وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

!اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے

جلد 9	شمارہ 08	شوال1436ھ	اگست2015ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین وگرافکس: جواد عمر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیرایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 400روپے، قیمت فی شمارہ 40روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ35200

047-7630861-7630863

ای میل:hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ الطارق	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	قائداعظم اور علامہ اقبال کا پاکستان نفاذِ اسلام سے دور!	عبدالرشید ارشد	12
5	بصری مشاہدہ _ اور _ نظری حقیت (2)	انجینئر مختار فاروقی	21
6	مصلح کوئی تو ہونا چاہیے		39
7	اتحادِ اُمت کا نصب العین	انجینئر مختار فاروقی	42
8	پاکستان کا مطلب کیا؟ نظم		49
9	تبصرہ وتعارف کتب		52

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الاعلیٰ (87) ، آیات 19 ، رکوع 1

سورۃ الاعلیٰ کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت و حکمت کے چند مظاہر کا بیان ہے۔اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فریضۂ رسالت کی ادائیگی سے متعلق چند ہدایات دی گئی ہیں اور آپ کے کام کو آسان کرنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔آخر میں بتایا گیا ہے کہ فلاح صرف وہی لوگ پاتے ہیں جو اپنی سوچ و فکر اور اعمال و اخلاق کو پاکیزہ بناتے ہیں لیکن یہ پاکیزگی ان لوگوں کو نصیب نہیں ہوتی جو آخرت کی بدرجہا بہتر زندگی کو چھوڑ کر دنیا کی فانی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى O

(اے پیغمبرؐ) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو

الَّذِىۡ خَلَقَ فَسَوّٰى O وَ الَّذِىۡ قَدَّرَ فَهَدٰى O

جس نے (انسان کو) بنایا پھر (اس کے اعضا کو) درست کیا

اور جس نے (اس کا) اندازہ ٹھہرایا (پھر اس کو) رستہ بتایا

وَ الَّذِىۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰى O فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰى O

اور جس نے چارہ اُگایا پھر اس کو سیاہ رنگ کا کوڑا کر دیا

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

ہم تمھیں پھر پڑھا دیں گے کہ تم فراموش نہ کرو گے مگر جو اللہ چاہے

اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَ مَا يَخۡفٰى ۝ وَ نُيَسِّرُكَ لِلۡيُسۡرٰى ۝

بے شک وہ کھلی بات کو بھی جانتا ہے اور چھپی کو بھی ہم تم کو آسان طریقے کی توفیق دیں گے

فَذَكِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّكۡرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنۡ يَّخۡشٰى ۝

سو جہاں تک نصیحت (کے) نافع (ہونے کی امید) ہو نصیحت کرتے رہو

جو خوف رکھتا ہے وہ تو نصیحت پکڑے گا

وَ يَتَجَنَّبُهَا الۡاَشۡقَى ۝ الَّذِىۡ يَصۡلَى النَّارَ الۡكُبۡرٰى ۝

اور (بےخوف) بدبخت پہلو تہی کرے گا جو (قیامت کو) بڑی (تیز) آگ میں داخل ہو گا

ثُمَّ لَا يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَ لَا يَحۡيٰى ۝

پھر وہاں نہ مرے گا نہ جیے گا

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا ہے

اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا

بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ۝ وَ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّ اَبۡقٰى ۝

مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے

اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ۝

یہی بات پہلے صحیفوں میں (مرقوم) ہے

صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَ مُوۡسٰى ۝

(یعنی) ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

1

اِضْمَنُوا لِي سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: اُصْدُقُوا اِذَا حَدَّثْتُمْ، وَ أَوْفُوا اِذَا وَعَدْتُمْ، وَ أَدُّوا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ، وَ احْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، وَ غُضُّوا أَبْصَارَكُمْ، وَ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ (مسند احمد عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہما)

تم مجھے اپنے بارے میں چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) جب بات کرو تو سچ کہو (۲) جب وعدہ کرو تو پورا کرو (۳) جب تمھیں کوئی امانت (ذمہ داری) سونپی جائے تو اسے پوری طرح ادا کرو (۴) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (۵) اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھو (٦) اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو۔

الجَامعُ الصَّغِیْر فی احادیث البشیروالنذیر، للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللّٰہ

پاکستان میں حکومتوں کے عدمِ استحکام کا راز
ایک منحوس خبر کا تجزیہ

انجینئر مختار فاروقی

یوں تو دنیا کی عظیم عالمی مغربی صہیونی قوت امریکہ کی قومی پالیسیوں تک ہم 'محکوم' ملکوں کے عوام کی رسائی ایک خواب وخیال کی حیثیت رکھتی ہے تاہم آج کی متمدن دنیا اور علم کی فراوانی کے دور میں بعض کتابوں کی اشاعت اور زعماء کے بعض بیانات اس اندرونی حقیقت کی طرف رہنمائی ضرور کرتے محسوس ہوئے ہیں۔

نوائے وقت لاہور کی 12 جولائی 2015ء کی اشاعت میں صفحہ اوّل کی یہ خبر پڑھنے کے لائق ہے۔خبر یہ ہے:

پوری دنیا فتح کیئے بغیر امریکہ کا وجود خطرے میں ہے
دوسرے مما لک کو جنگوں میں الجھانا ہوگا: پینٹا گون

''واشنگٹن (اے این این) پینٹا گان نے فوجی حکمت عملی سے متعلق دستاویزات جاری کی ہیں جن میں کہا ہے کہ پوری دنیا کو فتح کیے بغیر امریکہ کا وجود خطرے میں ہے۔اپنی بقا کیلئے دوسرے ملکوں

کو جنگوں میں الجھا کر رکھنا ہوگا، امریکہ واحد سپر پاور نہ رہے تو ہم سب چلتی پھرتی نعشیں ہیں، امریکہ کے لیے روس سب سے بڑا خطرہ ہے، کرغیزستان سمیت 11 ملکوں میں حکومتوں کا تختہ الٹنے کیلئے کام جاری ہے۔ اے این این کے دعویٰ کے مطابق امریکی میڈیا کے مطابق پینٹاگون نے نیشنل ملٹری سٹرٹیجی 2015ء کی دستاویزات جاری کی ہیں جن میں امریکی توجہ دہشت گردوں سے ریاستی عناصر کی جانب منتقل کرنے کا اعلان کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ ریاستی عناصر بین الاقوامی قوائد اور اطوار کے لئے شدید خطرہ ہیں۔ دستاویزات میں کہا گیا ہے کہ روس اور چین گو امریکہ پر حملے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے لیکن اس طرح کی ابھرتی ہوئی تبدیلی کی خواہشمند ریاستیں امریکہ کے لئے خطرہ ہیں جو اپنی پالیسیاں بنانے میں آزاد ہیں۔ دستاویزات کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ خودمختار ممالک امریکہ کیلئے خطرہ ہیں۔ ان ممالک کی خودمختاری انہیں تبدیلی پر اکسا رہی ہے۔ رپورٹ کے مطابق سب سے نمایاں عالمی تبدیلی کے خواہشمند ممالک میں روس، چین، شمالی کوریا اور ایران شامل ہیں۔ سب سے پہلے مرکز نگاہ روس کو بنایا گیا ہے۔ واشنگٹن چین کے ساتھ بحرالکاہل میں واقع جزیرے پر تنازعہ ہونے کے باوجود چین سے تعاون کا متمنی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکہ اپنی بقا کیلئے عالمی ممالک کو جنگوں میں الجھا کر رکھے۔ جنگوں اور فتح کے بغیر امریکہ کا وجود خطرے میں ہے۔ رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ روس کے ساتھ جنگ میں ہمارا مستقبل محفوظ ہے، بصورت دیگر وہ یورپی ممالک، کینیڈا، آسٹریلیا، یوکرائن، جاپان کی طرح ہمارا ماتحت ہوجائے وگرنہ نئے قدامت پسندوں نے فیصلہ کیا ہے کہ امریکیوں کیلئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ایسے ملک کو برداشت کریں جو واشنگٹن کیلئے خطرہ ہو۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگر امریکہ پوری دنیا کو ہدایات دینے والی واحد طاقت نہیں بن سکتا تو یہی سمجھ لیں کہ ہم سب چلتی پھرتی نعشیں ہیں۔ روس کا وجود سب سے بڑا خطرہ ہے۔ امریکہ فی الحال آرمینیا، کرغزستان، ایکواڈور، وینزویلا، بولیویا، برازیل اور ارجنٹینا کی حکومتوں کا تختہ الٹنے کیلئے کام کر رہا ہے۔''

یہ خبر اپنے اندر بے شمار پہلو رکھتی ہے اور قابل غور ہے۔ قارئین حکمت بالغہ بھی اس خبر کے مختلف پہلوؤں پر غور فرمائیں۔ دنیا میں جاری بے چینی، بدامنی، قتل و غارت، خانہ جنگی اور دہشت گردی کے عوامل اور اس کے نتائج کو سامنے رکھیں اور اس خبر پر دوبارہ نظر دوڑائیں تو آپ آج کی مغربی بالا دستی، جس کا سرخیل امریکہ ہے، کے کارپردازوں اور منصوبہ سازوں کے ابلیسی مزاج اور سازشی دماغوں کے اندر اٹھنے والی لہروں اور خیالات و منصوبہ جات کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکیں گے یہ محاورہ ہمیں اسی مغرب نے دیا ہے کہ "GIVE THE DEVIL HIS DUE" یعنی کوئی کام اگر کمال کاریگری اور منصوبہ بندی سے کیا جا رہا ہو تو منصوبہ چاہے آپ کے ہی خلاف ہو اور آپ کو ناپسند بھی ہو تب بھی اس شیطانی کام کرنے والوں کے خلوص و اخلاص، انتھک محنت، یکسوئی اور بلاخوف تنقید مصروف رہنے کی داد ضرور دینی چاہئے۔

اس خبر کے بارے میں غور کرتے وقت چند واقعات کا تذکرہ ان شاء اللہ آپ کے اس مبارک عمل کے لئے FOOD FOR THOUGHT کا کام دے گا۔

O آج کی مغربی سیاست جن ہاتھوں میں ہے ان کی رہنمائی کے لئے آج سے کئی صدیوں پہلے ایک یورپی مصنف اور فلسفی میکاولی نے 'THE PRINCE' نامی کتاب لکھی تھی گویا اس نے اس بات کو فاش کر دیا تھا کہ اب اسلام کے زوال کے بعد دنیا جدھر جائے گی اس کے لئے کام کرنے والوں کے لئے رہنما اصول کیا ہوں گے۔ ان میں ایک اصول بڑا مشہور ہوا اور سیاسیات کے طالب علم کو یاد ہوتا ہے کہ

"DON'T SAY WHAT YOU MEAN, AND
DON'T MEAN WHAT YOU SAY"

اپنے ملک کے اندر کے سیاستدانوں کے اقوال و بیانات سے بھی یہ اصول ظاہر ہے مگر آج کا امریکہ اسی اصول کے تحت اپنے اصلی اہداف ظاہر نہیں کرتا۔ بظاہر کچھ نظر آتا ہے حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔

O امریکہ جیسی سپر پاور کا اصلی ہدف عالم اسلام اور مسلمان ہی ہیں اور سانحہ نائن الیون (9/11) کے بعد تقریر کرتے ہوئے امریکی صدر بش کی زبان سے مسلمانوں کے خلاف امریکی یلغار کے لئے CRUSADE یعنی اسلام کے خلاف مذہبی یا صلیبی جنگ کا لفظ ادا ہو گیا تھا جس کو

بعد میں واپس لے لیا گیا اور ایسی غلطیاں کرنے سے 'توبہ' کر لی گئی۔

O شاعر مشرق علامہ اقبال نے 1936ء میں 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' نامی ایک 'فرضی نظم' لکھی تھی۔ مغربی یورپی استعماری ابلیسی طاقتوں کے باہمی منصوبوں اور مشوروں کی کیفیات کو دورِ غلامی کے برطانوی ہند میں غلام قوم کے ایک شاعر کی زبانی اپنے آقاؤں کے رازوں پر لب کشائی اتنی ہی ممکن تھی۔ اس نظم میں ابلیس اپنے مشیروں سے اختتامی خطاب میں برملا کہتا ہے (گویا علامہ اقبال کا وژن یہی تھا) کہ (مزدکیت: روسی نظام سوشلزم)

ے جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایّام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے

اور اس مشن کے لیے طریقہ کار یہ بتایا گیا کہ مسلمانوں کو اوّلاً تو غلام ہی رکھا جائے یا کم ازکم اس حالت میں (نیم جان و نیم مردہ) کہ عالمی حالات و واقعات میں کوئی فیصلہ کن رول (ROLE) ادا کرنے کے قابل نہ ہوں۔

ے مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

اس لیے کہ ے جانتا ہوں میں کہ امت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکار شرعِ پیغمبرؐ کہیں (پیغمبر: حضرت محمد ﷺ)

گویا ایک صدی قبل سے عالمی استعماری طاقتوں کا استاد 'ابلیس' ہے اور اس وقت سے 'زیرِ تبصرہ خبر' کے مشمولات کے مطابق مسلمانوں کو دبائے رکھنا ہی اس ابلیسی منصوبہ کی کامیابی کی واحد ممکنہ صورت ہے۔

O پاکستان بننے کے چند ماہ بعد ہی کشمیر کا قضیہ کھڑا کر کے بھارت کا قبضہ کرا دیا اور پھر UNO کے 'مردہ خانہ' میں ڈال دیا گیا جہاں مسلمانوں کے مفاد کی بیسیوں قراردادیں FREEZE پڑی ہیں۔ جبکہ اسی UNO کی دوسری کئی قراردادیں فوراً عمل کرا کے نتائج حاصل کر لیے گئے

UNO کی اس 'بے اصولی' اور 'جانبداری' کے 'اصول' کیا ہیں؟ یہ اسی 'زیرِتبصرہ خبر' سے واضح ہیں۔

O بھارت نے مسلم اکثریت والی ریاست حیدر آباد پر قبضہ کر لیا 12 ستمبر 1948ء، ریاست جونا گڑھ، جہاں سومنات کا مندر ہے اور ممبئی سے ذرا اوپر ساحل سمندر پر بڑی خوشحال ریاست ہے، کے والئ ریاست نے کراچی آکر پاکستان سے الحاق کر لیا اور اسی ریاست کے وزیر اعظم نے دہلی جا کر بھارت سے الحاق کر دیا ہے اور خود پاکستان آگئے سندھ میں اپنی زمینوں کو سنبھالا اور ملکی سیاست میں داخل ہوگئے۔ نہ برطانیہ نہ UNO اور نہ امریکہ بہادر کو کوئی بے اصولی نظر آئی اس لیے کہ یہ سب کچھ اس کے منصوبہ اور 'زیرِتبصرہ خبر' کے عین مطابق تھا۔

O یورپ میں ایک کتاب چھپی 'اسلام کو چھپاؤ ورنہ ساری دنیا میں پھیل جائے گا' اس کتاب کا حاصل کیا تھا اور اس کے اثرات کیا ہوئے مگر 'عنوان' بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی 'زیرِتبصرہ خبر' سے جڑا ہوا ہے۔

O امریکہ میں آج سے تین دہائیاں پہلے ایک کتاب لکھی گئی جس میں مشورہ دیا گیا کہ اگر امریکہ کو اپنی بالادستی قائم رکھنی ہے تو اسے 2 ارب سے 3 ارب انسان ختم کرنا ہوں۔ اس وقت سے NWO نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے کیمیائی جنگیں، جراثیمی جنگیں (بیماریوں کے جراثیم پھیلا کر)، موسمی تبدیلیوں کے ذریعے جنگ (دشمن کے علاقہ میں مصنوعی زیادہ بارشیں یا قحط سالی پیدا کر کے بے دست و پا کر کے وسائل تباہ کر دینا) خانہ جنگی، قرضوں کی جنگ وغیرہ وغیرہ جاری ہیں۔

O 1998ء میں ایک کتاب 'تہذیبوں کا تصادم' امریکہ سے ہی لکھی گئی جس میں اسلام کی تہذیب اور مسلمانوں کے رہن سہن کو میڈیا کے ذریعے تبدیل کرنے کا مشورہ دیا گیا یہ حملہ کامیابی سے (پہلے کی طرح) آج بھی جاری ہے اور اس کے خوفناک نتائج اہل نظر حضرات کو نظر آرہے ہیں رمضان المبارک کے دوران بھی رمضان المبارک کے نام سے پروگراموں میں بے ہودگی، فحاشی، عریانی، لچر پن اور عبادات سے دوری کی 'تبلیغ' جاری ہے۔ اور سارے 'ون ڈے' اور دوسرے کرکٹ میچ عین رمضان میں جاری کر کے ہماری نوجوان نسل کو ٹی وی سکرین کے سامنے بٹھائے رکھنا اسی ابلیسی منصوبے کا حصہ ہے۔

O نائن الیون کے فرضی واقعہ کو بہانہ کو بنا کر عالم اسلام پر عسکری یلغار کر کے امریکہ نے

اس منصوبے کے آخری مرحلے کا گویا آغاز کر دیا تھا اور اس کے بعد سے آج تک عراق، فلسطین، مصر، لیبیا، برما، کشمیر، چیچنیا، افغانستان، پاکستان، صومالیہ اور دیگر افریقی ممالک میں امریکی موجودگی اسی 'زیرِ تبصرہ خبر' سے متعلق ہے۔

O عالم اسلام کا یہ منظر بھی اسی منظر نامہ (SCENARIO) کا حصہ ہے کہ امریکہ اسرائیل کا بھی حمایتی ہے اور مصر کا بھی، ایران کا بھی اور سعودی عرب کا بھی اور ان ممالک میں جنگیں بھی جاری ہیں۔ اور امریکہ سب کو خوش بھی رکھے ہوئے ہے اور براہِ راست یا بالواسطہ اسلحہ بھی فروخت کر رہا ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ المائدہ میں وارد ہے:

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ O (64:05)

''یہ جب لڑائی کے لیے آگ جلاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے اور یہ ملک میں فساد کے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا''

یہ آیت آج کے عالمی منظر نامے کو اچھی طرح واضح کرتی ہے۔

آج کے منظر نامے میں مقتدر قوتیں دنیا کے ملکوں، ملکوں کی آبادیوں کو گروہوں میں بانٹ کر لڑا رہے ہیں۔ قرآن مجید میں سورۃ القصص آیت 2 میں یوں وارد ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَ هُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَ هُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ

''فرعون نے ملک میں سر اُٹھا رکھا تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا ان میں ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا کہ ان کو بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بے شک وہ مفسدوں میں تھا''۔

ان حالات میں ہم مسلمانوں کو جاگنا چاہیے اور دوست اور دشمن کو پہچاننا چاہیے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے عہدِ وفاداری کو تازہ کر کے اس کو نبھانے کا از سرِ نو عہد کرنا چاہیے تاکہ اُمت مسلمہ کی زبوں حالی کا تدارک کیا جا سکے اور اُمت کے وسائل پر قابض امریکہ کو دخل اندازی سے روکا جا سکے۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز

قائدِاعظم اور علامہ اقبال کا پاکستان

نفاذِ اسلام سے دُور!

عبد الرشید ارشد

ایک مسلمان خودمختار ریاست کے لیے لندن میں زیرِ تعلیم چودھری رحمت علی کی تجویز، ایک اسلامی مملکت کے لیے علامہ اقبال کا خواب اور قائداعظم محمد علی جناح کی قرآن وسنت کے نظام پر مبنی آزاد اسلامی ریاست کے لیے اپنی بیماری کے باوجود دن رات کی سعی وجہد سے کامیابی آج اَڑسٹھ (68) سال گزر جانے کے بعد بھی نفاذِ اسلام کی حقیقی منزل سے دور، بہت دور ہے۔

محمد علی جناح نے بارہا بہ بانگ دُہل یہ فرمایا تھا کہ:

''اس قوم کو ایک جداگانہ گھر کی ضرورت ہے۔ اِن دس کروڑ مسلمانوں کو جو اپنی تمدنی ومعاشرتی صلاحیتوں کو اسلامی خطوط پر ترقی دینا چاہتے ہیں، ایک اسلامی ریاست کی ضرورت ہے۔'' (قراردادِ لاہور، 23 مارچ 40ء، حیات قائداعظم، صفحہ 226، چودھری سردار محمد خان عزیز)

''مسلمان کے نزدیک صحیح آزادی کا تصور یہ ہے کہ وہ ایسی اسلامی حکومت کو معرضِ وجود میں لائے جو قرآن کے ضابطہ خداوندی کی شکل ہو۔ مسلمان کے نزدیک ہر وہ نظام باطل ہے جو کسی انسان کا وضع کردہ ہو کیونکہ اس کے پاس ایک محکم دستور ہے جو اس کی ہر زمانے میں ہر موقع پر راہنمائی کرسکتا ہے۔'' (بحوالہ مذکورہ صفحہ 252)

''...... میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی

ہے۔اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی و سیاسی ہو یا معاشی غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔قرآنِ کریم کی اصولی ہدایات اور طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے ہے بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لیے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اس سے بہتر کا تصور ممکن نہیں ہے۔'' (بحوالہ مذکورہ صفحہ 255)

مذکورہ اقتباسات آغاز میں درج کرنا اس لیے ضروری تھا کہ قائداعظم کو سیکولر اور پاکستان کو مجوّزہ سیکولر ریاست ثابت کرنے والوں کے باطل نکتہ نظر کی نفی ہو جانے کے ساتھ قارئین یہ جان سکیں کہ قائداعظم محمد علی جناح اگر باہر سے ماڈرن نظر آتے تھے تو اندر سے وہ مخلص و باعمل مسلمان تھے۔اسلام کے ساتھ اُن کی قلبی وابستگی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ اُنہوں نے قیامِ پاکستان کے لیے برسوں پر محیط سعی و جہد کے ایجنڈے میں ایک لمحہ کے لیے بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے خالص اسلامی تشخص کو نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔

آغاز میں دیے گئے اقتباسات کے ضمن میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ قائد کی سیاسی نوعیت کی تقاریر تھیں تاکہ ملت مسلمہ کے جذبات کو انگیخت ہو اور تحریک پاکستان میں جان پڑے اور آزادی کی منزل قریب آ جائے مگر مندرجہ ذیل فکر انگیز احساس مذکورہ سوچ کی نفی کرتا ہے اور یہ اس بات کا حتمی فیصلہ کرتا ہے کہ باہر سے ماڈرن محمد علی جناح اندر سے کسی بڑے سے بڑے خدا خوفی کا دعویٰ کرنے والے سے کم نہ تھے۔

''مسلمانو! میں نے دنیا کو بہت دیکھا، دولت شہرت اور عیش و عشرت کے بہت لطف اُٹھائے۔اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں۔میں چاہتا ہوں کہ جب میں مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا اللہ گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کیا۔میں آپ سے اس کی داد اور شہادت کا طلبگار نہیں ہوں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا

دل، میرا ضمیر اور میرا ایمان گواہی دے کہ جناح! تم نے واقعی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا ہے‘‘ (قائداعظم 1937ء بحوالہ النور ٹرسٹ کے علمی و تحقیقی کام کا جائزہ، حسین صحرائی ص 1)

یہ تھے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تخلیق کے لیے سرگرم محمد علی جناح جو اپنی بیماری کو چھپائے انگریز اور ہندوستانی بنیئے سے نبرد آزما تھے۔ جناح محترم کو ملت مسلمہ کے دیگر زعما کا تعاون مطلوب تھا مگر انگریزی لباس سدِراہ تھا کہ اس لباس کے اندر چھپا خالص مسلمان کسی کو نظر نہ آتا تھا۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی سے لاکھوں نے اختلاف کیا یہ ہر کسی کا حق ہے مگر اُن کی فکر نے لاکھوں نہیں کروڑوں کو شرق و غرب میں اپنا بنایا۔ انہوں نے قائداعظم سے فرمایا کہ ’’آپ کا مشن درست مگر آپ کی جھولی میں کھوٹے سکّے ہیں‘‘ یہ بات بہت سے لیگیوں کو تلخ محسوس ہوئی مگر گزرتے دنوں نے ’’فرمانِ مودودی‘‘ کی صداقت پر ٹھوس شواہد دیے کہ قائداعظم کی مسلم لیگ اور لیگی راہنمانت نئی لیگ کو جنم دیتے رہے کہ حقیقی مسلم لیگ کی شناخت ختم ہوگئی۔ آج قائداعظم کے نظریات کے معروف دشمن بھی کسی نہ کسی لیگ کے سرخیل ہیں۔

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے قائداعظم سے مسلم لیگ کی اعلانیہ حمایت تو مذکورہ دلیل کی بنیاد پر نہ کی مگر ترجمان القرآن میں تسلسل کے ساتھ بنیادی مقصد کی تکمیل کے حوالے سے مضامین لکھے جو بعد میں ’’مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش‘‘ کے نام سے کتابی شکل میں آج بھی موجود ہے۔ دونوں راہنماؤں میں فکری ہم آہنگی کا ثبوت قیام پاکستان کے بعد سیّد مودودی کو ریڈیو پاکستان سے فکری تقاریر کے لیے وقت دینا تھا۔

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی قائداعظم مسلم لیگ کے حوالے سے پیش گوئی کہ ’’جھولی میں کھوٹے سکّے ہیں‘‘ حرف بہ حرف پوری ہوئی کہ آغاز کی مسلم لیگ میں سوائے چند ’’اصلی سکّوں‘‘ کے ماضی کے اڑسٹھ سالوں میں ایک بھی کھرا سکہ نہ مل سکا خواہ نام ’ن‘ لیگ ہوا یا ’ق‘ لیگ یا ’عوامی لیگ، ’قیوم لیگ‘ ہوا یا بدنام زمانہ مشرف لیگ۔ سچ تو یہ ہے کہ قائداعظم مسلم لیگ نے قائد محترم کی وفات کے بعد اتنے انڈے بچے دیے کہ گنتی بھی مشکل ہوگئی۔ قائداعظم کے پاکستان کا ایک بازو کاٹ کر بنگلہ دیش بنانے والی عوامی لیگ بھی تو اسی لیگ کا ناجائز بچہ، بلکہ نمک حرام بچہ ہی تو تھی۔

سوال یہ ہے کہ اتنی لیگوں نے جنم کیوں لیا؟ سادہ اور آسان جواب یہی ہر شخص کے دل

کو بھائے گا کہ کھوٹے سکّوں نے ہوسِ اقتدار کی خاطر اپنا اپنا راہ لیا۔ ان میں سے کسی کو قائد کے پاکستان کے مستقبل کی فکر نہ تھی اور نہ آج ہے بلکہ ایجنڈا ہر کسی کا ایک ہی ہے کہ اقتدار مل جائے اور اقتدار کے لوازمات سے بنک بھر لیں، اثاثے بنالیں اور موقع ملے تو سرکاری خرچ سے حج وعمرے کر کے گناہ بخشوا لیں اور اگر ہماری نیتوں کی خرابی گناہوں کی بخشش کا سبب نہ بھی بنے تو کم از کم دنیا کی نظروں میں 'پاکباز' تو بن ہی جائیں۔

لیگوں سے وابستہ حضرات کی خواہشات کو مہمیز لگانے میں' پہلے سے تاک میں بیٹھے یہود کچھ دیدہ نادیدہ ہاتھوں نے بھرپور کردار رکھا۔ ان کی نشاندہی بھی ہم آخر میں کر دیں گے۔ اس وقت پاکستان میں دینی سیاسی جماعتوں کے علاوہ میدانِ سیاست کا ہر شہسوار کسی نہ کسی انداز میں قائد ہی کی مسلم لیگ کا ''بیٹا، بھانجا، بھتیجا یا پوتا و نواسا ہے'' مثلاً پاکستان پیپلز پارٹی نے بھی مسلم لیگ ہی کی گود میں جنم لیا اور پرورش پائی۔ بنگلہ دیش بنانے پر فخر کرنے والی لیگ کی جنم بھومی میں بھی قائد کی لیگ تھی۔

مذکورہ ابتدائی تفصیلی تجزیے کے بعد ہم اپنے عنوان سے متعلقہ حقائق کا جائزہ لیتے اُن عوامل پر بات کرتے ہیں جن کے سبب اسلامی جمہوریہ پاکستان نفاذِ اسلام کی منزل نہ پاسکی اور آج اڑسٹھ سال بعد منزل سامنے نظر نہیں آ رہی۔ کسی بھی ملک کے لیے ہمہ جہت استحکام میں دو بنیادی عناصر کارفرما ہوتے ہیں۔ پہلا عنصر یا پہلا ستون نظامِ تعلیم ہے تو دوسرا عنصر یا ستون نظامِ عدل ہے اور دونوں باہم لازم وملزوم ہیں۔ یہ تعلیم ہی ہے جو نظامِ عدل کے مؤثر ہونے کی ضمانت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''بے علم نتواں خدا را شناخت'' کہ بے علم تو اللہ تعالیٰ کی ذات کا مکمل شعور و ادراک نہیں کر سکتا۔ آج علم کو تقسیم کیا جا رہا ہے کہ یہ دینی علوم ہیں اور یہ عصری علوم ہیں حالانکہ علم کا منبع و مرکز ایک ہی ذات ہے اور ہر علم میں ایک ہی مرکز کا پیغام ہے اور وہ مرکز خالق کائنات ہے۔

متحدہ ہندوستان میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے ڈیرے ڈالے تو حکومت برطانیہ نے ایک سماجی و معاشرتی تجزیہ کار بھی بھیجا کہ ہند کے تہذیب وتمدن میں برطانوی اثر ونفوذ کا جائزہ لے، وہاں کیے جانے والے اقدامات پر اپنی رپورٹ پیش کرے۔ یہ ماہر تجزیہ کار لارڈ میکالے تھا، جس نے ہندوستان میں کچھ وقت گزارا، ہر ہر پہلو سے حالات کا جائزہ لیا اور پھر برطانوی

پارلیمنٹ میں اپنی تفصیلی رپورٹ پیش کی جس میں ''ٹیپ کا بند'' یہ جملہ تھا کہ:

IF YOU WANT TO CONQUER INDIA YOU MUST HAVE TO ATTACK THE VERY BACKBONE FO THEIR EDUCATIONAL SYSTEM AND CULTURAL VALUES (لارڈ میکالے بیان، ۲۸فروری ۱۸۳۵ء)

متحدہ ہندوستان میں تعلیم واقدار پر حملہ بھارت کے ہندو پر تو اثر انداز نہ ہوسکا البتہ مسلمان کہلوانے والوں نے' جن کے پاس ہمہ نوع معاملات سے عہدہ برا ہونے کا قیمتی اور مؤثر ترین نسخہ موجود تھا یعنی قرآن کریم اور نبی مکرم ﷺ کی ہمہ جہت سنت ثابتہ، آگے بڑھ برطانوی کفر کی روشن خیالی کو سینے سے لگانے کے لیے بے تابی کا مظاہرہ کیا اور جب قائداعظم کی مخلصانہ محنت کو خالق کائنات نے بارآور فرمایا اور 14 ؍اگست 1947ء، 27 رمضان المبارک یعنی لیلۃ القدر کو آزاد اسلامی جمہوریہ پاکستان جھولی میں ڈال دی تو کروڑوں مسلمانوں کی ہجرت کے ساتھ 'روشن خیالی' کے جراثیم بھی پاکستان آ گئے۔ اللہ رب العزت کی مشیت کہ تخلیق وطن کے چند ماہ بعد ہی بانی پاکستان کو خالق کا بلاوا آ گیا اور زمامِ اقتدار بقول سیّد ابوالاعلیٰ مودودی ''کھوٹے سکّوں'' کے ہاتھ آ گئی جنھوں نے فرمانِ سیّد کی تائید میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اگر کوئی چودھری محمد علی جیسا فرد آ گیا تو ملکی بیوروکریسی (جو لارڈ میکالے کی فکر کی حامل تھی) نے چلنے نہ دیا اور وہ مستعفی ہو کر گھر بیٹھ گیا۔

میکالے کی ذرّیت قدم بہ قدم آقاؤں کے ایجنڈے کی تکمیل میں مصروف رہی اور مصروف ہے۔ اس پر اسلامی شریعت کونسل کے ایک رکن مفتی سیاح الدین کاکاخیل مرحوم کا یہ 'بیان' شہادت ہے جو انہوں نے سعودیہ میں کھانے کی ایک مجلس میں سنایا۔ بقول مفتی صاحب ''جب جنرل ضیاء الحق صاحب نے اقتدار سنبھالا تو وہ اسلامی نظریاتی کونسل میں تشریف لائے اور کہا کہ مولوی حضرات! آج پوری قوم نظامِ مصطفیٰ چاہتی ہے، آپ نے بھی اس پر کچھ کام کر رکھا ہے۔ آپ کسی درمیانی واسطہ کے بغیر یہ فائلیں مجھے بھجوائیں میں آرڈیننس جاری کرتا ہوں تاکہ نفاذِ شریعت کا مطالبہ مکمل ہو اور قائداعظم کا اسلامی پاکستان وجود میں آ جائے۔ ہم بڑے خوش ہوئے۔ فائلوں پر گرد جھاڑ ہی رہے تھے کہ وزارت مذہبی اُمور کا خط ملا کہ صدر سے تمام خط و

کتابت وزارت کے ذریعے ہوگی۔ تاہم ہم مطمئن تھے کہ اے کے بروہی صاحب بھی اپنے ہی ہیں۔ ہم نے جلد جلد تمام تیار فائلیں وزارتِ مذہبی اُمور کے سپرد کیں اور روزانہ منہ اُٹھائے آرڈیننس کا انتظار کرتے صدر ضیاء الحق کے وعدہ کو کوستے کہ کہا کیا تھا اور کر کیا رہے ہیں۔ کم وبیش ایک ماہ بعد صدر صاحب کا فون آیا کہ مولوی حضرات میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ آپ اس قدر سست ہوں گے۔ آپ کی فائلیں اب تک کہاں ہیں؟ ہم نے وضاحت کی آپ کے آمد کے اگلے ہی روز وزارتِ مذہبی اُمور کی طرف سے خط ملا تھا کہ صدر صاحب کو تمام خط و کتابت ہماری وساطت سے ہوگی چنانچہ ہم نے اگلے ہی روز تمام فائلیں وزارت مذہبی امور کے سپرد کر دی تھیں بلکہ ہم تو آپ کے وعدے پر بدگمان ہو رہے تھے۔

صدر ضیاء الحق صاحب نے ہمیں فوری طور پر وزارتِ مذہبی امور جا کر فائلیں جلد بھجوانے کا حکم دیا۔ ہم بھاگم بھاگ وزارتِ مذہبی امور پہنچے تو وہاں کے ذمہ داران، ڈپٹی سیکرٹری اور سیکشن افسران نے کمال بے نیازی سے فرمایا کہ فائلیں یہیں کہیں ہوں گی۔ صدر صاحب کو بھیج دیں گے جلدی کیا پڑی ہے۔ جب ہم نے بتایا کہ صدر صاحب مانگ رہے ہیں تو انہوں نے ناگواری سے ہمیں ڈھونڈنے کی اجازت دے دی۔ ہم حیران رہ گئے کہ ہماری فائلیں وہاں دوسری فائلوں کے نیچے دبی پڑی تھیں۔ جھاڑ کر فائلیں نکال کر اُن کے سپرد کیں کہ انہیں جلد صدر صاحب کے پاس بھیج دیں، وہ منتظر ہیں۔ مگر وہ فائلیں آج تک نہ صدر ضیاء الحق کو پہنچ پائیں اور نہ ہی گم شدہ قرار دی جانے والی ہمیں مل سکیں، یوں یہ بات ثابت ہوگئی کہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کے دشمن بڑی مؤثر و منظّم لابی کے ہاتھ کھلونا بنے ہیں'۔

مذکورہ صورت حال تعلیم کے بگاڑ کا شاخسانہ ہے جو تسلسل کے ساتھ ''ڈی ریل'' ہو رہی ہے بلکہ عملاً ''ڈی ریل'' ہو چکی ہے۔ ہر طرف لارڈ میکالے کی ذریت اپنے ایجنڈے کی تکمیل میں مصروف دیکھی جا رہی ہے۔ اس ضمن میں تدریجاً نصاب میں ردّوبدل کے علاوہ غیر ممالک میں اساتذہ کے تربیتی پروگرام بھی ''مؤثر روشن خیالی'' کا ذریعہ ہیں۔ یہ بات محض 'محسنین' پر الزام نہیں ہے بلکہ اس کا عملی ثبوت تک موجود ہے کہ ماضی میں میکگل یونیورسٹی میں پاکستان سے تین افراد فضل الرحمٰن، راجا فرم ماجد، تیسرے شخص کا نام یاد نہیں، اسلامک سٹڈیز میں ایم فل کرنے گئے۔

میکگل یونیورسٹی میں ان کے ٹیوٹر مسٹر جیمز سمتھ تھے جو بلاشبہ بقول ماجد صاحب قرآن وحدیث پر اتھارٹی رکھتے تھے کلاس میں ہم مسلمان طلبہ کو قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام سے بندگلی میں لاکھڑا کرتے تھے کہ ہم سے جواب نہ بن پڑتا تھا۔ نتیجتاً ہمارا تیسرا ساتھی مرتد ہوگیا جبکہ فضل الرحمٰن نہ مسلمان رہے اور نہ مرتد ہوئے۔ میں ایمان بچانے کی خاطر تعلیم ادھوری چھوڑ کر میکگل سے بھاگ آیا۔ یہ فضل الرحمٰن مولانا فضل الرحمان نہیں تھے بلکہ یہ وہ تھے جنہیں اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئرمین بنایا گیا جہاں انہوں نے اسلام پر ایک متنازع کتاب لکھی جس پر ملک بھر میں احتجاج ہوا اور بالآخر حکومت کو مجبور ہو کر انہیں اسلامی نظریاتی کونسل کی چیئرمین شپ سے الگ کرنا پڑا تھا۔

علم کا دوسرا اہم بازو عدل ہے ملکی عدلیہ اگر راستی پر اپنے فرائض منصبی ادا کرتی رہے تو ریاست کا ہر شعبہ مضبوط و مستحکم رہتا ہے۔ اس پر قابل توجہ بات برطانوی وزیراعظم سرونسٹن چرچل کی ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں جب برطانیہ جرمن بمباری کے سبب کھنڈر بن چکا تھا ایک صحافی نے چرچل سے سوال کیا کہ اب برطانیہ کا مستقبل کیا ہوگا۔ چرچل نے صحافی کے سوال کا جواب دینے کی بجائے اُلٹا اس سے سوال کیا کہ ''کیا برطانیہ کی عدالتیں انصاف نہیں کر رہیں؟'' اس معنی خیز سوال کی تہہ میں یہ حکمت پنہاں تھی کہ اگر برطانیہ کی عدالتیں انصاف کر رہی ہیں تو برطانیہ کا کچھ نہیں بگڑا۔'' تاریخ شاہد ہے کہ برطانوی عدالتوں کے انصاف کے سبب نہ صرف یہ کہ برطانیہ اپنے پاؤں پر دوبارہ کھڑا ہوا بلکہ آج برطانیہ عالمی قوتوں میں اپنا مقام منوا رہا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عدلیہ میں اگرچہ جسٹس صوفی، جسٹس رستم کیانی اور جسٹس اے آر کارنیلئس بھی پیدا ہوئے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہماری عدلیہ نے سیکڑوں ''سوؤ موٹو'' لیے مگر عدلیہ کو کبھی توفیق نہ ہوئی کہ وہ ملک میں رائج سودی نظام، میڈیا میں فحاشی و بے حیائی یا دوسرے غیر اسلامی روا رکھے جانے والے رویوں پر 'سوؤ موٹو' لیں حالانکہ انہوں نے جس آئین کی پاسداری کا حلف لیا ہے اس میں قرآن وسنت کے عملی نفاذ کی تاکید فرض عین کی طرح موجود ہے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ رب العزت نے سود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ فرمایا ہے اور پاکستان کی عدلیہ اور انتظامیہ کی سرکردگی میں پوری پاکستانی قوم اڑسٹھ سال سے

حالت جنگ میں ہے جس جنگ میں قوم اپنی معیشت سے ہاتھ دھو کر یہود کی لونڈی آئی ایم ایف INTERNATIONAL MONOLARY AGENCY کے دروازے پر مستقل بھکاری کی شکل میں کھڑی نظر آتی ہے۔

علم وعدل کی 'گمشدگی' کے سبب اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ہر شعبہ زخموں سے چور چور ہے معیشت ہو یا زراعت وصنعت ہو یا سماج ومعاشرہ ہر شعبہ پنجہ یہود میں ہے کہ ان کی صدیوں قبل کی منصوبہ بندی بصورت پروٹوکولز آج لفظاً اور معناً بالفعل ہر سو کارفرما نظر آتی ہے۔ بلی دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے سے حقائق تبدیل نہیں ہو جاتے۔ یہ صرف اور صرف اس لئے کہ قوم کی قسمت کے ''معماروں'' نے قائداعظم اور علامہ اقبال کے نظریہ اسلام کو صرف فراموش ہی نہیں کیا بلکہ اسے ''دیس نکالا'' دینے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ''دیس نکالہ'' (DEPORT) ہم نے بہتان نہیں باندھا بلکہ نصابی کتب سے تدریجاً اسلامی تعلیمات کے اخراج پر خود نصابی کتب ہی گواہ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول انتہائی فکر انگیز اور ہمہ جہت، ہمہ وقت قابل توجہ ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ:

> ''ہم عرب دنیا کی بدترین قوم تھے، فحاشی وبے حیائی تھی، وحشت ودہشت گردی تھی غرض کیا نہ تھا جو ہمارے معاشرہ میں موجود نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں میں سے ایک نکھرے کردار کے نوجوان کو منصب نبوت کے لئے چن لیا۔
>
> دوسرا انعام یہ فرمایا کہ اس نبی پر قرآن حکیم نازل فرمایا۔
>
> اللہ تعالیٰ کا ہم پر تیسرا احسان یہ ہوا کہ ہمیں اس قرآن کو تھام لینے کی سعادت سے نوازا اور جونہی قرآن ہمارے سینوں میں اتر گیا ہم سینۂ دھرتی پر معزز ترین، باوقار اور مستحکم ترین قوم بن گئے۔'' (مفہوم کلام)

تاریخ کے اوراق نے فرمانِ عمر رضی اللہ عنہ کی صداقت کو اپنا سرمایہ بنا کر آنے والی نسلوں کے لئے کامل اور واضح راہنمائی فراہم کی۔ PREACHING OF ISLAM کے مصنف

ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے لکھا ہے کہ جب مسلمانوں سے حمص کا قبضہ واپس لینے کے لئے مسیحی افواج نے یلغار کی تو حمص کے مسیحیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ مسلمانو! اگرچہ کہ حملہ آور ہمارے ہم مذہب ہیں مگر ہم تمہارے شانہ بہ شانہ اُن کا مقابلہ کریں گے کیونکہ ہم نے تمہیں اُن کے مقابلے میں انصاف پسند، مظلوم کی دادرسی کرنے والا ہمدرد و مددگار پایا ہے۔'' اسلام کے نکھرے نظام حکومت نے اقلیتوں تک کے دل و دماغ کو مسخر کرلیا تھا۔

خلافت راشدہ کے اختتام کے ساتھ ہی جوں جوں ملت مسلمہ کے دلوں سے بالخصوص حکمرانوں کے قلوب واذہان سے قرآن نکالنا شروع ہوا۔انحطاط کے دروازے بتدریج کھلتے چلے گئے۔آج ملت مسلمہ کے پاس دنیاوی وسائل ملت کفر سے زیادہ ہیں، افرادی قوت اور صلاحیتوں کی بھی کمی نہیں کہ ملت کفر اِن کی صلاحیتوں کی معترف بھی ہے اور ان سے بھرپور استفادہ بھی کر رہی ہے مگران سب کے باوجود ملت مسلمہ ملت کفر کے سامنے بھکاری اور غلام بنی کھڑی ہونے پر ہر ذی شعور گواہ ہے۔سبب ایک ہی ہے کہ قرآن ہماری زبانوں پر ضرور ہے اسے دم درود اور تعویزوں کے لئے ہم بے دریغ استعمال کرتے ہیں مگر جس حکمرانی کا یہ حق رکھتا ہے وہ اس کے سپرد کرنے پر نہ حکمران تیار ہیں، نہ ہی عدلیہ وانتظامیہ اسے اس کا حق لوٹانے پر تیار ہے۔نہ کسان و صنعت کار اور تاجر اس کی آواز پر کان دھرنے کو تیار ہیں۔نتیجہ ذلت و رسوائی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

بصری مشاہدہ ــــ اور نظری حقیقت

سورج کا طلوع وغروب ــــ اور ــــ کلمہ شہادت پڑھنے پر
انگلی آسمان کی طرف اٹھانے کی
جغرافیہ اور فلکیات کے علم کی روشنی میں تنقیح

(حصہ دوم)

انجینئر مختار فاروقی

ہمارے آقا سیّدنا حضرت محمد ﷺ شب معراج میں جب آسمانوں پر تشریف لے گئے تو ''براق'' (یہ لفظ برق سے بنا ہے اور اس کے معنی بجلی کے ہی ہیں) پر سوار تھے گویا آپ ﷺ کی سواری بجلی کی رفتار سے حرکت میں رہی جس حدیث مبارکہ میں معراج شریف کی تفصیلات وارد ہوئی ہیں (یہ بات اب سائنسی طور پر آئن سٹائن کے نظریۂ اضافت سے ثابت ہے کہ کوئی چیز بجلی کی رفتار سے حرکت کرے تو اس کائنات میں اس کے لیے وقت نہیں گزرتا) اس میں زمین سے پہلے آسمان تک کا سفر 500 سال (نوری سال) پھر پہلے آسمان کی موٹائی 500 سال (نوری سال) علیٰ ہذا القیاس ساتواں آسمان پھر اس کے بعد بفحوائے الفاظِ قرآنی سدرۃ المنتہیٰ تک کا فاصلہ گویا ان فاصلوں کو جمع کریں اور براق کی رفتار کو (عقل تقاضا کرتی ہے کہ اس براق کی رفتار کو بجلی کی رفتار سے کہیں زیادہ تیز رفتار مانا جائے مگر سمجھنے کے لئے کم از کم بجلی کی رفتار پر ہی قیاس کر لیں) تو بھی ہزار ہا نوری سالوں کا یہ سفر عام انسان کے لئے ناقابل تصور بن جاتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ آسمان میں تمام سیارے، ستارے اور کہکشائیں حرکت میں ہیں

......وَكُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (36-40)

''اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

گویا زمین سے سدرۃ المنتہیٰ تک کے فاصلے کے ایک بہت ہی بڑے نظری کُرّے

(کل مادی کائنات پر محیط) کے بعد عرشِ عظیم اور ''لامکاں'' کا تصور آتا ہے (جہاں براق اور حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی آپ ﷺ کی معیت سے تھک کر پیچھے رہ گئے اور مزید اعلیٰ درجات کا سفر آپ ﷺ کو تنِ تنہا کرنا پڑا) اور یہ عظیم نظری کرہ تمام کائنات کو محیط ہے جس کا مرکز زمین ہے۔

(ہ) اس گفتگو میں ابھی ایک اہم مرحلہ مزید باقی ہے۔ انسانی گفتگو میں یہ ناگزیر ضرورت ہے کہ بعض باریک (اور آنکھ سے نظر نہ آنے والی) چیزوں کو موضوع بحث بنانے اور عام فہم انداز میں سمجھانے کے لیے کسی کتاب یا اخبار کے صفحے پر بڑا کر کے دکھایا جائے جیسے ایٹم اور اس کی ساخت یا علم کیمیا اور علم طبیعات میں سالمے (MOLECULES) یا کسی بڑی دیوہیکل چیز جس کے سارے گوشے بیک وقت انسانی مشاہدے میں نہ آسکیں اس کو چھوٹا کر کے دکھایا جائے تاکہ سمجھانے والا (استاد) اور سمجھنے والا (شاگرد) ایک مشترک اور محسوس 'ماڈل' پر صحیح PERSPECTIVE کے ساتھ گفتگو کریں اور اس طرح علمی گفتگو ذہن نشین ہو سکے۔

مثال کے طور پر مکان کی تعمیر سے پہلے اکثر مکان کا نقشہ بنایا جاتا ہے۔ یہ نقشہ اکثر اخباری سائز کے قریب ہوتا ہے اس لیے کہ اگر مکان کا نقشہ مکان کے سائز کا ہو تو اتنا بڑا کاغذ اور اتنا بڑا میز درکار ہوگا اور پھر اس کو مختلف پہلوؤں سے دیکھنے کے لیے بڑی مشقت کرنا پڑے گی لہٰذا عقل انسانی کے تقاضے کے عین مطابق اصل مکان ایک پیمانہ کے مطابق کم (MINIMISE) کر کے اخبار کے سائز "23"x36 یا اس سے کم A3 یا A4 سائز کے کاغذ پر بنا لیتے ہیں اور اہل علم اور متعلقہ شعبہ کے لوگ اس کو سمجھ کر اصل مکان ہو بہو اسی شکل کا بنا لیتے ہیں۔ عہد حاضر میں کمپیوٹر پر مخصوص سوفٹ ویئر کے ذریعے ڈیزائن کیا جاتا ہے۔ تاکہ اُس کے ابعاد کی کاملیّت میں کوئی تردّد نہ رہے۔ بعینہٖ اسی طرح انتہائی چھوٹی چیزیں مثلاً جراثیم، ایٹم یا سالمے (MOLECULES) وغیرہ کو سمجھنے کے لیے اصل جسامت سے بڑا (ENLARGE) کر کے بناتے ہیں تاکہ سمجھنے والے اس کا صحیح تصور ذہن نشین کر لیں اور بات کو سمجھ لیں۔

(و) آیئے کائنات سے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ اوپر درج تفاصیل میں ہماری بحث یہاں تک آ گئی ہے کہ صرف ہمارے نظامِ شمسی میں شامل کُرّے اور ان کے درمیان فاصلے اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو اپنے ذہن میں لانا بعض اوقات 'اہل علم' اور ماہرین کے لیے بھی مشکل ہوتا ہے، کجا کہ

عام افراد کا ذہنی سانچہ۔ اس بات کو بھی علمی انداز میں آگے بڑھاتے ہیں تاکہ ہمارے قارئین اس علمی گفتگو کو ہمیشہ کے لیے اپنے ذہن میں جگہ دے سکیں۔

☆ ایک عام سا مکان (دس مرلہ) کے لیے نقشہ بنانا پیش نظر ہوتا ہے اور اس کا پیمانہ (SCALE) قریباً 50 فٹ کو یا 100 فٹ کو ایک فٹ سمجھ کر بنالیتے ہیں یعنی پیمانہ 1:50 یا 1:100 بنایا جاتا ہے تو اسی پر قیاس کرلیں پورے پاکستان کا نقشہ کتابی صفحے پر بنانا ہو تو اس کا پیمانہ 1:10,000,000 کے لگ بھگ ہوگا۔ اگر ایک کتابی صفحہ پر پوری دنیا کا نقشہ دکھانا مقصود ہو تو گویا نقشہ کو مزید چھوٹا کرنا ہوگا تاکہ زمین کا محیط 40,000 کلومیٹر صفحہ کی چوڑائی میں سما سکے۔

☆ اسی طرح اگر زمین اور سورج اور دیگر سیاروں کا فاصلہ دکھانا ہو تو پیمانہ بدل جائے گا۔ ایک کتابی صفحہ پر ایک طرف سورج اور دوسرے کونے میں زمین دکھانا چاہیں تو زمین ایک سیاہ باریک نقطہ کی طرح نظر آئے گی اور صفحہ 14 کروڑ کلومیٹر کا فاصلہ بنائے گا تو سورج 3 ملی میٹر قطر کا دائرہ نظر آئے گا۔ پورا نظامِ شمسی ظاہر کرنا ہو تو کتابی سائز کے صفحے پر نہیں اخباری سائز پر شاید سورج کسی نقطہ سے دیکھا جاسکے جبکہ زمین اتنی باریک ہوگی کہ دکھائی نہیں جاسکتی ہے۔

[ایسی ہی کسی کیفیت کے بیان میں آج سے تقریباً ہزار سال پہلے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

ے نظرت الی بلاد اللّٰہ جمعا

کخردلۃ کحکم اتصال

(میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ملکوں (یعنی ساری زمین) کو اس طرح دیکھا جیسے رائی کا دانہ ہتھیلی میں ہو) ہمارے اسلاف کائناتی حقیقتوں کا دنیا کے دیگر دانشوروں سے علیحدہ اسلام کا عطا کردہ منفرد اور 'اقرب الی الحقیقۃ' تصور رکھتے تھے]

☆ اسی طرح کائنات میں جہاں ہر چہار طرف ہمارے نظامِ شمسی جیسے سینکڑوں ہزاروں نظام محوِ گردش ہیں اور ان کے درمیان طویل فاصلے ہیں اور اس کائنات کا طول وعرض ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے (اور شاید انسانی علم کبھی اس کا اندازہ بھی نہ کرسکے) پوری کائنات سے وسیع ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کرسی وعرش وغیرہ کی باتیں عام انسان کے ذہن میں سوائے اس کے کوئی تصور نہیں چھوڑ سکتیں کہ اگر کائنات کو بہت ہی چھوٹا بہت ہی چھوٹا بہت ہی چھوٹا کرکے

دکھا سکیں (بالفرض ایک کتابی صفحے پر ایک انچ قطر کا دائرہ) کہ یہ کل کائنات ہے، جس کو محیط ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم اور ارادہ اور اللہ تعالیٰ کی یہ شانیں اس کائنات کے اندر بھی جاری و ساری ہیں جیسے ہم انسانوں سے متعلق کام (دعائیں، بیماریوں کی شفا، رزق، موت، پیدائش وغیرہ کا عمل) بلاتعطّل جاری ہیں۔

☆ گویا جب ہم نماز میں، وضو کے بعد یا کسی اور موقع پر، آج یا دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں آسمان کی طرف منہ کر کے یا اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو یہ اشارہ دراصل اس وسیع و عریض کائنات (جس کے فاصلے اربوں اربوں نوری سال ہیں) کو محیط اللہ تعالیٰ کے عرش (یا کُرسی وغیرہ) کی طرف ہوتا ہے اور ذہن انسانی کے مطابق اس کا کوئی ہیولیٰ ادنیٰ درجے میں ذہن میں لپک سکتا ہے (کلمح البصر) تو یہی ہے کہ یہ کائنات ایک کتابی صفحہ پر ایک چھوٹا سا دائرہ ہے (یا کم و پیش) اور اس پوری کائنات کو محیط ہے اس کائنات کے خالق و مالک و رازق و ربّ کا عرش جہاں متمکن ہے اللہ تعالیٰ اپنی کل شانوں اور اسماء و صفات کے ساتھ عرش بھی بے حدوحساب ہے اور ذات باری تعالیٰ بھی ہمارے وہم و گمان سے وراء الواء ثم وراء الوراء ہے۔

(ز) گویا طلوعِ آفتاب و غروبِ آفتاب کے سائنسی عمل کی حقیقت کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کی طرف چہرے یا ہاتھ کے اوپر کی طرف اشارے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس زمین سے بہت دور بہت دور بہت دور ہمارے نظام شمسی کے پار کہیں اس مادی دنیا کی حدود میں جو دائیں بائیں اور نیچے پھیلی ہوئی ہیں اور اس کائنات کو محیط ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی شان، وَسِعَ کُرۡسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ۔ یعنی اس کائنات کے کل وجود کو ایک چھوٹے سے نظری کُروی جگہ سے ظاہر کریں تو وہ جگہ اس مادی دنیا کی حدود سے باہر کی دنیا یا اللہ تعالیٰ کی کرسی، عرش وغیرہ کا موجود ہونا ہے جو اس مادی دنیا کے ایک عظیم کُرے کو ہر چہار طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔

ہم جب انگلی یا چہرے سے اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو ____ وہ اشارہ اس مادّی وجود کے باہر اس مادی دنیا کو محیط ایک عظیم اور عظیم سے عظیم تر اور عظیم تر سے عظیم ترین لامکان کی طرف اشارہ ہوتا جس کے لیے عرش و کرسی وغیرہ کی قرآنی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کسی انسان کا اوپر کی طرف اشارہ کسی معین چیز کی طرف نہیں ہوتا بلکہ

کروڑوں انسانوں کا یہ عمل ایک الگ سمت کی طرف ہوتا ہے اور پھر ہر انسان زمین کی محوری وسالانہ گردش کے علاوہ نظامِ شمسی و کہکشاؤں کے لامتناہی سفر کی بنا پر خود بھی محوِ گردش ہے لہٰذا یہ اشارہ ایک 'لامکان' کے بے حد وحساب وسیع وعریض فضائی کرّ ے کو ظاہر کرتا ہے۔ گویا مشرق ومغرب یا شمال و جنوب میں موجود انسانوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ ایک ایسی ہستی کی طرف ہے جو کائنات میں ہر چہار طرف اس مادی دنیا کو گھیرے ہوئے ہے اس اشارے کے عمل سے وہ عرش و کرسی اور ان کا سارا ماحول بھی لامتناہی قرار پا تا جاتا ہے اور یہ زمین اور یہ انسان اس کائنات کا مرکز ہے۔

کائنات کی وسعت کو سمجھنے اور اس کو اپنے تصور میں لانے کے لیے اوپر درج گفتگو کو ہم چند تصاویر کے ذریعے مزید واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

لاہور شہر پنجاب کا دارالحکومت ہے اور پنجاب اور اس سے باہر کے لوگ بالعموم اس سے واقف ہیں۔ ہمارے اکثر قارئین لاہور گئے ہوں گے اور بادشاہی مسجد بھی دیکھی ہوگی۔ اس بادشاہی مسجد کا ایک اندرونی منظر اور اس کی باریکیاں اور فنی خوبصورتی کی جزئیات ہیں جو قدم قدم پر انسان کے قدموں کو آگے بڑھنے سے روکتی ہیں اور لوگ اس پر غور کرتے ہیں۔ آپ نے بھی یقیناً وہاں جا کر اس طرح کی کیفیات محسوس کی ہوں گی۔

اس بادشاہی مسجد کی وسعت کو دیکھیں اور پھر اس کو ایک صفحے پر نقشے میں دیکھیں۔ تصویر نمبر 1 میں بادشاہی مسجد کا فضائی منظر دکھایا گیا ہے۔

تصویر نمبر 2 میں لاہور شہر کی قدیم آبادی (پرانا شہر) کو دکھایا گیا ہے جس میں شاہی مسجد چھوٹی انگلی کے ناخن سے بھی کم نظر آ رہی ہے۔

تصویر نمبر 3 میں پورے لاہور کا نقشہ (یا فضائی منظر دیا گیا ہے جس میں ایئرپورٹ اور بادشاہی مسجد نظر آ رہے ہیں۔

تصویر نمبر 4 میں دنیا کا نقشہ ہے جس میں پاکستان اور پھر پورا لاہور ایک نقطہ کے برابر ہے۔

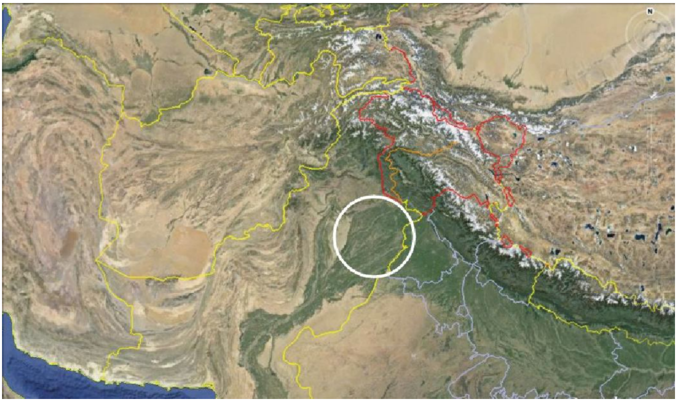

تصویر نمبر 5 کرّہ ارضی کی تصویر ہے جس میں پورا پاکستان اور دوسرے ممالک بھی نظر آ رہے ہیں۔

تصویر نمبر 6 میں کائنات کو اور چھوٹی دکھایا گیا ہے۔ یہ ہماری کہکشاں کی تصویر ہے جس میں ہمارا نظامِ شمسی (جو قریباً ساٹھ کروڑ میل کے قطر کے دائرے کے برابر ہے) ذرا سا نظر آ رہا ہے۔

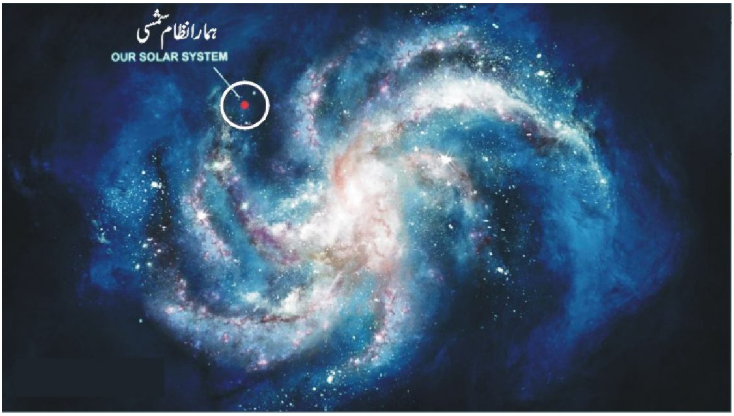

اسی لاکھوں کہکشاؤں کے جھرمٹ کو تصور میں لائیں تو یہ کائنات بہت وسیع محسوس ہوتی ہے۔ سائنسی تحقیقات کے مطابق یہ کائنات جو ہمارے مشاہدہ میں آتی ہے 14 ارب نوری سالوں کے نصف قطر کے دائرے پر مشتمل ہے اور یہ وسعت پذیر ہے۔

The visible universe appears to have a radius of 14 billion light years because the universe is about 14 billion years old. The light from more distant objects simply has not had time to reach us. For this reason every body in the universe will find themselves at the middle of their own visible universe. The precise scale of the universe is complicated by the fact that the universe is expanding. Galaxies we see near the edge of visible universe emitted their light when they were much closer to us, and they will now be much further away.

The true size of the universe is probably much larger than the visible universe. The geometry of the universe suggests that it may have an infinite size and that it will expand forever. Even if the universe is not infinite, our visible universe must be

a minute speck in a much larger totality.

”بصری کائنات (VISIBLE UNIVERSE) کے مشاہدے سے محسوس ہوتا ہے کہ کائنات کا نصف قطر تقریبا 14 ارب نوری سال ہے کیونکہ اس کائنات کی تخلیقی عمر قریباً 14 ارب نوری سال ہے۔ قانونِ روشنی کے مطابق روشنی کو ہم تک پہنچنے میں کوئی لمحہ بھی نہیں لگتا یہی وجہ ہے کہ کائنات میں ہر چیز یا جسم اپنے آپ کو بصری کائنات کے درمیان میں پاتا ہے۔ اگرچہ کائنات کے رقبہ اور حجم کی تفصیل ایک نہایت پیچیدہ حقیقت ہے کیونکہ کائنات مرحلہ وار وسیع ہو رہی ہے۔ بظاہر جو کہکشائیں ہمیں بصری کائنات کے کنارے پر نظر آتی ہیں جب ہمارے نزدیک ہوتی ہیں تو روشنی خارج کرتی ہیں لیکن اب کائنات کی وسعت پریزی کی وجہ سے ہم سے بہت دور ہو جائیں گی۔

کائنات کا اصل سائز ہمارے بصری مشاہدے سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ کائنات کا مشاہدہ بتاتا ہے کہ اس کا حجم ایک محدود سائز میں ہے اور ہمیشہ کے لئے بتدریج وسیع ہوتا رہے گا۔ لیکن اس کے باوجود اگر کائنات محدود نہیں ہے تو بھی بصری کائنات اصل کائنات کے مقابلہ میں ایک نقطے کے برابر ہی ہو سکتی ہے۔“

اس وسیع کائنات کا تصوّر کچھ یوں ہے۔

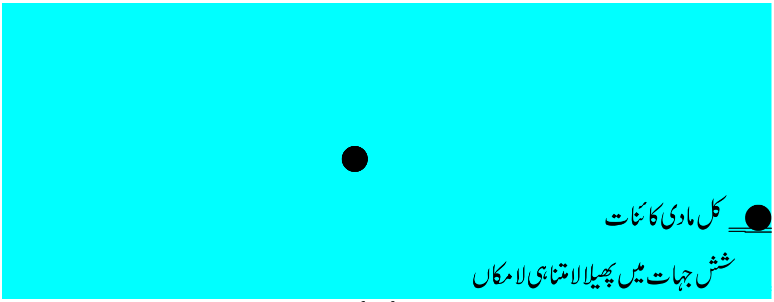

بصری مشاہدہ اور نظری حقیقت کے صحیح صحیح اِدراک کے حصول سے متعلق نبی آخری الزمان حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم (سامعین) سے منقول ہمارا جو تصور ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ایک دُعا میں یوں وارد ہے

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَآءَ کَمَا ھِیَ

''اے اللہ ہمیں چیزیں دکھا جیسا کہ وہ حقیقت میں ہیں''

لہٰذا آپ ﷺ کو تو کائنات کی حقیقت اور طلوع وغروب کے مشاہدے اور حقیقت کا ادراک کامل تھا اور آپ عام مسلمانوں کے لیے کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ (لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق بات کرو) کے مصداق الفاظ کا انتخاب ایسا فرماتے تھے کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اصاغر سب مدّعا کو سمجھ جائیں۔

حکمت بالغہ کے صفحات میں ہم پہلے بھی (حکمت بالغہ ستمبر 2011ء اور ستمبر 2014ء) اس بات پر زور دیتے آئے ہیں کہ سیّدنا حضرت محمد ﷺ نے خالق ارض وسما کے کلام کی تشریحات میں بھی وہ تصوّرات دیے ہیں جو حقیقت کائنات کا 'بیانیہ' تھے۔ یہ حقائق ساتویں صدی عیسوی میں ماہرین فلکیات (اہل علم) سے بھی اوجھل تھے۔ بعد میں مسلمانوں نے اس میں پیش رفت کی اور اب مغرب اس علم فلکیات کو بہت آگے لے گیا ہے اور آئندہ ادوار میں یہ علم مزید منکشف ہوگا حتیٰ کہ قرآن وحدیث کے 'بیانیہ' کی تصدیق ہو جائے گی۔

تخلیق کائنات کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے یا خود غور کرتے ہوئے یہ بات سامنے رہنی چاہیے کہ آپ ﷺ نے جو تفاصیل دیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنیں (اور بعد ازاں روایت ہو کر مختلف فقہی مسالک اور تدوین حدیث کے اماموں کے ذریعے ہم تک پہنچیں) وہ اس موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں تاہم زبان وبیان کی درج ذیل مجبوریوں کو پیش نظر رکھنا ناگزیر ہے:

1 ہمارے آقا نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے جو بھی واقعات وحالات معراج شریف یا علاماتِ قیامت (یا اسی قسم کے دیگر موضوعات) کے متعلق فرمائے وہ یقیناً 'مستقبل' کی بات تھی۔

2 آپ ﷺ نے جو معلومات دیں یا تو حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے 'وحی خفی' قسم کی معلومات ہیں جن کا حتمی ہونا ہم اہلسنّت کے نزدیک ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

3 بصورتِ دیگر واقعہ معراج کی تفاصیل کی طرح آپ ﷺ کو قربِ قیامت کے ادوار کے حالات کا مشاہدہ کرایا گیا ہو اور آپ نے اپنے مشاہدات بیان کئے ہوں اس صورت میں بھی ایک پیغمبر علیہ السلام کے 'حواس' چاہے ظاہری ہوں یا باطنی وہ عام انسانی فہم سے یقیناً بہت بلند معیار پر ہیں۔

(مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ حنانہ کے واقعہ کے بارے میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے

فلسفی کو منکر حنّانہ است   از حواسِ انبیاء بیگانہ است)

4 تیسرے درجے میں کسی واقعہ اور منظر کے مشاہدے کے بعد اس کی تفصیلات کا صحیح ادراک ہے۔ مستقبل کے معاملات کا الہامی ادراک ایک حقیقت ہے اور پیغمبر علیہ السلام کا الہامی ادراک بھی یقیناً ہر شک وشبہ سے بالا تر ہے اور مثالی ادراک (IDEAL) ہی شمار ہوسکتا ہے۔

5 چوتھے درجے میں اس الہامی ادراک کا ـــــ بیان ہے۔ جہاں تک کسی منظر کی تفاصیل بیان کرنے کا تعلّق ہے اس میں ادراک کی صحت کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کے جملہ تسلیم شدہ محاسن کا پایا جانا اس بیان کا حسن شمار ہوتا ہے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کا بیان یقینی طور پر فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ اُصولوں اور معیارات پر پورا اُترتا ہی ہے بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ـــــ ہی فصاحت و بلاغت کے فن کے اُصولوں کے لئے منبع اور سرچشمہ ہے جہاں سے یہ اُصول اخذ کئے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''اَفصح العرب'' تھے اور آپ کا کلام بلاشک وشبہ اور بلا تمثیل معجزانہ، حقیقت کا عکس جمیل اور جامع و مانع ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات و فرامین، جوامع الکلم اور امثال کا درجہ رکھتے ہیں اور انسانی ذہن کے فطری سانچوں کے عین مطابق ہوتے ہوئے انسانی ذہن کو مسحور کر لینے اور گرویدہ بنا لینے کا بدرجۂ کمال نمونہ ہیں۔

6 کسی عصری اور رواجی یا فاصلاتی واقعہ کا بیان چونکہ سامعین کے ذہن اور معلومات کے مطابق ہوتا ہے لہٰذا ـــــ کسی بیان کرنے والے کو اپنا مدّعا سمجھانے کے لئے الفاظ کے انتخاب پر اور کسی مخصوص لہجے کو اختیار کرنے میں اضطراب نہیں ہوتا ـــــ جبکہ زیرِ گفتگو معاملات جو مستقبل سے متعلق ہیں جبکہ زمان ومکان کے تفاوت، عُرف کے تفاوت اور انسانی تجرباتی علوم کی ترقی کے پہلو سے جب نئی نئی ایجادات وصنعت کا بیان مقصود ہوتو متکلّم کو دو طرح کے معاملات کا خیال کرنا پڑتا ہے:

(i) ایک نئی باتوں کے بیان کے لئے نئی اصطلاحات کا اختیار کرنا جس کی گنجائش ہر زندہ زبان اور زندہ قوم میں بدرجہ اَتمّ ہوتی ہے۔

(ii) سامعین کی ذہنی اور مشاہداتی سطح کو مدنظر رکھنا کہ وہ کس حد تک مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیّت رکھتے ہیں۔

اس ضمن میں مستقبل قریب یا بعید کے انسانی ترقی یافتہ ماحول کا بیان کرنے میں متکلّم کے لئے ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ آنے والے حالات و واقعات کی منظر کشی ایسی مشکل، فہم سے بالاتر اور مافوق العادات کی قسم کی نہ ہو کہ سامعین اس کو صرف تخیّلاتی اور جن، بھوت اور پریوں کے دیش کے معاملات پر قیاس کرنے لگیں۔ بلکہ سامعین بھی محسوس کریں کہ اُن کے ذہن کے قریب ہو کر بات کی جا رہی ہے اور وہ حالات و واقعات کو ممکن الوقوع سمجھ رہے ہیں۔

7 متکلم کے لئے 'بیان' کے معاملے میں سامعین کو مطمئن کرنے سے بھی کہیں مشکل امر یہ ہوتا ہے کہ وہی 'بیان' جب ایک صدی، دوصدی یا دس بارہ صدیوں بعد آئندہ آنے والے دور کا انسان پڑھے گا یا سنے گا تو وہ بھی کسی درجے میں بیان کی تفصیلات اور نزاکتوں کو حقیقت سے اتنا دور نہ سمجھے کہ اس کے لئے اس کے اپنے دور میں تشکیل پا کر سامنے موجود چیزوں کو ان الفاظ کے تحت لانا ناممکن ہو جائے۔

8 اُوپر درج زمان و مکان کے فرق اور زبان و بیان کی مجبوریوں کے باوجود ابلاغ کا حق ادا کرنے کا ملکہ ایک ایسی خوبی ہے جو حضرت محمد ﷺ کو بدرجۂ کمال حاصل تھی آپ نے اس ملکہ کو موقع بہ موقع استعمال کر کے اس کا حق ادا فرما دیا ہے۔ (جزی الله عنا هٰذا النبی الامی محمدًا ﷺ احسن الجزاء)

9 ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤ نا واُمہاتنا) نے تو یقیناً صدیوں بعد کے واقعات، مناظر، ایجادات، صنعت، ظروف واحوال میں حیرت انگیز تبدیلی (جیسا کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں) کا ادراک، بیان اور ابلاغ (COMMUNICATION) کا حق ادا کر دیا تاہم اسی بحث کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سامعین نے ان باتوں کو سن کر کیا محسوس کیا؟ کیا آپ کے سامعین نے آپ کو FOLLOW کیا۔ ادراکِ حقیقت میں آپ ﷺ کے ساتھ SHARE کیا؟ آٹھ دس گھنٹے کے ایک خطاب میں کیا آپ ﷺ کے سامعین نے کوئی اکتاہٹ یا بوریّت محسوس کی۔ کیا زبان و بیان میں کوئی ایسی بات سامنے آئی جو ان کے فہم سے بالاتر ہو جسے انگریزی محاورہ میں کہتے ہیں SPEAKING OVER THE HEADS۔ ان سب پہلوؤں سے آپ ﷺ کے سامعین کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی منفی احساس نہیں پایا گیا اور نہ وہ روایت میں آیا ہے۔

اس پر غور فرمائیں تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ایک حد درجہ مشکل صورت حال میں جس کا صحیح صحیح ادراک صرف ایک پیغمبر (علیہ السلام) ہی کر سکتا تھا۔ اس پیغمبر علیہ السلام نے اس کی منظر کشی اور بیان اس انداز میں کیا کہ سامعین کرام رضی اللہ عنہم بھی محظوظ ہوئے اور اُنہوں نے ساری گفتگو میں ذہنی دلچسپی (MENTAL ATTACHMENT) بھی محسوس فرمائی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامعین یقیناً عام انسان نہیں تھے۔ اُن کا آئی کیو (IQ) اور ذہنی سانچہ ایک اوسط انسان سے کہیں بہتر تھا۔ بلکہ اگر بوجوہ ان اصحاب کی اکثریت کو ایک طرح کا GENIUS اور عبقری کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ خاص لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال میں ساتھ دیا وہ ''چنے ہوئے'' لوگ تھے کیونکہ:

(i) خالق کائنات نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت اعلیٰ صلاحیتیں دی تھیں اور ان کا ادراک نبوت (PROPHETIC VISION) بھی ختم نبوتؐ کے شایانِ شان اور سرتاجِ انبیاء علیہم السلام کے درجے کا تھا۔

(ii) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو علاقہ منتخب فرمایا وہ بھی کسی ٹاس (TOSS) کے نتیجے میں نہیں تھا بلکہ استحقاق کی بنیاد پر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، جدوجہد، الہامی شریعت اور اعوان وانصار کے ناگزیر تقاضوں کو پورا کرنے والا مردم خیز علاقہ ہی اس کا اہل ہوسکتا تھا۔ اس لحاظ سے عربوں کا مقام اولاد آدم میں لائق رشک ہے۔ یقیناً بہت ساری انسانی خوبیاں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار تھیں جو ظاہری گمراہی کے باوجود اس علاقے کے لوگوں میں موجود تھیں۔ اس ''اُمت دعوت'' میں کئی پہلوؤں سے نہایت مُخلَص اور منتخب روزگار وہ لوگ تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کے دست وبازو بنے۔ (جزاھم اللّٰہ عنا احسن الجزاء)

(iii) پھر ایمان سے ان کی صلاحیتوں کو جلا ملی بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نے ان اصحاب کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ اوّلاً باصلاحیت قوم (TALENTED PEOPLE) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور قرآنی تعلیمات کا اثر کہ وہ انسانیت کا حاصل (INTELLIGENTSIA) یا CREAM OF MANKIND کا درجہ حاصل کر گئے اور اس پر مستزاد یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل وجان سے فدا ہوئے اور آپ کی انقلابی

جدوجہد کا ہراول دستہ بن گئے اور یوں محبوبیت خداوندی کا مقام بھی پا گئے۔(سورۃ الصّف آیت 4)

(iv) انہی روشن حقائق کا اعتراف اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت من حیث المجموع تمام اُمت سے افضل اور معیار ایمان ہے اور ساری اُمت کے اولیاء کرام مل کر بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ ع یہ مقام اللہ اکبر، لوٹنے کی جائے ہے

10 اَصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (رضی اللہ عنہم) کی یہ مقدس جماعت وہ سامعین تھے جنہوں نے صدیوں بعد کے حالات وواقعات کو سنا، سمجھا اور بیان کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے بارے میں بھی بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو یاد رکھا، مفہوم کو حتی المقدور ممکنہ حدتک قائم رکھا اور ان باتوں کو آگے بیان فرمایا۔

11 دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کے ادوار کے بارے میں خود لسانِ حق ترجمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

خَیرُ اُمّتِی قَرنِی، ثُمَّ الَذِینَ یَلُونَھُم، ثُمَّ الَذِینَ یَلُونَھُم (بخاری عن عمران رضی اللہ عنہ)

''میری اُمت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ جو اس کے قریب ہے پھر وہ جو اس کے قریب ہے''

یقیناً قرون اولیٰ میں احکام شریعت اور عبادات کے معاملات کی طرح ان معاملات کا بھی وہ مفہوم عام تھا جو شریعت کا تقاضا تھا.......... مگر بعد کے حالات میں جب اسلامی افکار پر زوال آ گیا تو اگرچہ اعمال میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ باقی رہ گئے مگر اعلیٰ ایمانی کیفیات برقرار نہ رہ سکیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ علوم منقولہ کے طور پر وہ ساری تفاصیل اور قرآن وحدیث کے ساتھ اسلاف کا علمی ورثہ ہم تک پہنچا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔

آج ہم پندرھویں صدی ہجری کے چوتھے عشرے میں زندگی گزار رہے ہیں اس عرصے میں بالعموم مگر گزشتہ دو صدیوں میں بالخصوص تجرباتی علوم کی ترقی سے سہولیات اور عام استعمال کی چیزوں میں انقلاب آ گیا ہے۔ سفر کی سہولتیں، مشینی سواریاں آج ہر شخص کی ضرورت ہے کوئی باحیثیت آدمی گھوڑے پر سوار تو شاید ہو جائے مگر گدھے اور خچر پر بیٹھنے کا تصور نہیں کرسکتا۔ اسی طرح فون، ٹی وی، ابلاغ کے ذرائع، ریڈیو، موبائل فون، سیٹلائٹ، گوگل ارتھ اور انٹرنیٹ

کے ذریعے علوم تک رسائی آج عام ہو چکی ہے۔

ان باتوں کا چودہ صدیاں پہلے تصور کرنا اور بیان کرنا ـــــــ یقیناً جس درجے میں آپ ﷺ نے بیان فرمایا اس سے بہتر بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مزید براں ـــــــ ابھی آئندہ وقت میں کیا نئی باتیں آنے والی ہیں اس کا آج ہم ادراک نہیں کر سکتے تو دس بارہ صدیاں پہلے ان کا کما حقہ ادراک اور یقین عام انسان کے لیے کیسے ممکن تھا۔

اسی طرح حقیقت کائنات کے اِدراک اور بیان کے بارے میں یہ بات بھی سامنے رہے کہ قرآنِ مجید کے لانے والے سیّدنا حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خود یہ کتاب عطا فرمائی اور اس کتاب کا معلم بنا کر بھیجا اور تمام ممکنہ کمالات سے نواز دیا جن میں سے چند خوبیاں یہ ہیں:

1 قرآنِ مجید کے دینے والے حضرت محمد ﷺ کو، اللہ تعالیٰ (جس کا یہ کلام ہے) نے شب معراج میں ملاقات کرنے کے لئے آسمانوں پر بلایا اور ONE TO ONE ملاقات ہوئی۔

2 قرآنِ مجید میں کائنات کی وسعت کا بیان ہے عام آدمی 1500 سال قبل تو کیا آج بھی اس کا صحیح ادراک نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے معراج کی رات آسمانی سفر کے دوران اس وسعتِ اَفلاک کا بچشم سر مشاہدہ فرمایا۔

3 قرآنِ مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ ہے اور آپ بھی اسی سلسلہ الذّہب کی آخری کڑی یعنی خاتم النّبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ کی عموی ملاقات کا اہتمام کر دیا۔ (شب معراج یروشلم میں آپ ﷺ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی۔)

4 قرآنِ مجید کو سمجھنے کے لئے علماء کے نزدیک ان علاقوں کا سفر کر کے معلومات حاصل کرنا ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ھود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام وغیرھم تشریف لائے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یروشلم سمیت قرآنِ مجید میں مذکور سارا جغرافیہ دکھایا اور سامنے رکھ دیا۔ سابقہ قبلہ بیت المقدس میں آپ ﷺ کی تشریف آوری اور اس کا مشاہدہ اس کا حصہ تھا۔

5 قرآنِ مجید میں مذکور 'اُولوا العزم من الرسل' علیہم السلام یعنی رسولوں میں سے اہم ترین افراد سے آپ کی مختلف آسمانوں پر فرداً فرداً ملاقات کا اہتمام کرایا گیا۔

6 آپ ﷺ کو کائنات کے اہم اور نا گزیر گوشوں کی سیر کرائی گئی اور مشاہدہ کرایا گیا تا کہ

قرآنِ مجید کی وضاحت فرمانے میں 'عین الیقین' کے طور پر ان معاملات کا تذکرہ فرما سکیں۔

7 آپ ﷺ نے فرشتوں کو بھی قریب سے دیکھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام سے طویل ترین مصاحبت رہی، کائنات کا سفر، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ٹھہر جانا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے آگے اکیلے سفر ـــــ انسان کی عظمت کی نشانی اور 'فرشتے سے بہتر' انسان بننا کی مثال بن گیا۔

8 قرآنِ مجید کی وضاحت کرتے ہوئے جنت و دوزخ کا تذکرہ آتا ہے۔ صحیح تذکرہ تو ایمانِ کامل کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے کہ 'کَاَنِّیۡ اَنۡظُرُ اِلَی الۡجَنَّۃ' اور 'کَاَنِّیۡ اَنۡظُرُ اِلَی النَّار' کا انداز ہو ـــــ مگر آپ ﷺ کی رفعت شان کہ آپ کو جنت و دوزخ کی تفصیلی سیر کرائی گئی وہاں مختلف مقامات اور مراحل میں لوگوں کو دکھایا گیا تاکہ آپ ﷺ جنت و دوزخ کا تذکرہ 'سنی سنائی' بات کی طرح نہیں' بلکہ عین الیقین کے ساتھ ساتھ حق الیقین کے درجے میں بات کرسکیں۔

9 قرآنِ مجید کی زبان ـــــ آپ ﷺ کی مادری زبان تھی اور اس کا لہجہ بھی اعلیٰ درجے کا تھا آپ ﷺ کے تربیتی مراحل میں بنی سعد کے ہاں قیام سے بھی آپ ﷺ نے عربی لہجہ میں بھی کمال کا درجہ حاصل کرلیا۔

10 معراج کی شب بار بار آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کیلئے دوبارہ چلے جانا آپ ﷺ کیلئے قرآنِ مجید کے معانی ومفاہیم اور تصوراتِ قرآنی کی صحیح تعیین کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ان دس خصوصیات پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ قرآنِ مجید نازل فرمایا اور اس کو آپ ﷺ کے دل میں جمع فرمایا۔ پھر آپ ﷺ کو یاد کرایا۔ پھر آپ ﷺ کی لسانِ حق ترجمان پر جاری فرمایا اور پھر اہل ایمان کے سامنے اپنے قول وعمل سے ہر ممکنہ مخفی گوشے کی وضاحت فرمادی جو ہدایت کے لئے ضروری تھا۔

اس لحاظ سے حضرت محمد ﷺ قرآنِ مجید کے پہلے معلّم ہونے کے ساتھ پہلے اور عظیم ترین مفسّر قرآنِ مجید کے مقام پر بھی کھڑے ہیں اس لئے کہ بعد کے مفسّرین چاہے مسلمان ہی ہوں، کو بھی ان خصوصیات میں ایک یا دو اور وہ بھی جزوی طور پر میسّر آسکیں۔

آپ ﷺ کی بیان کردہ تفسیر کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ کرلیا۔ پہلے عمل میں، پھر یادداشت میں اور پھر بیان بھی فرمادیا۔ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ

نے خود لے لیا وہ کلامِ خداوندی تو لفظاً بھی محفوظ ہے جبکہ وہ تفسیر جو آپ ﷺ نے فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف سوالوں کے جواب دیے وہ ـــــ حدیث کہلاتی ہے، وہ بھی معناً محفوظ ہے اور جو حصہ ہدایت کے لئے جتنا ضروری تھا وہ آج بھی اُتنا ہی مأمون ومحفوظ ہمارے سامنے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:

سورج اور چاند کی گردش سے بننے والے دن، ماہ اور سال ایک اٹل حقیقت ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ہمارے برادر ملک سعودی عرب نے سورج کے طلوع وغروب کے اوقات کی طرح رؤیت ہلال کے حوالے سے بصری رؤیت کے بجائے نظری رؤیت کا اعتبار کرکے اسلامی مہینوں کا کلینڈر ابتدائے سال میں شائع کرنے کی طرح ڈالی ہے جو قابل تحسین ہے۔

اسی طرح آسمان کی طرف انگلی کے اشارہ کے بارے میں بھی ذرا وسعت نظر سے کام لیں تو وہی حقیقت کھل کر سامنے آئے گی جو ہم نے اوپر بیان کردی ہے اور ہمارے نزدیک علم جغرافیہ اور علم فلکیات کی روشنی میں اس سے انکار ممکن نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان کا اوپر کی طرف اشارہ اس مادی کائنات کو گھیرے ہوئے ایک لامکان کی طرف ہوتا ہے جو شش جہات سے اس کو محیط ہے اور جس کی وسعت کا اندازہ نظر آنے والی مادی کائنات سے اربوں گنا زیادہ ہے اور ہم انسان (اور ہمارا مسکن زمین) اس کائنات کا مرکز ہیں گویا کروڑوں انسانوں کا بیک وقت اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰہ کا مصداق ہوتا ہے۔

حرفِ آخر

ہمارے نزدیک اُمت مسلمہ کی تاریخ میں قرونِ اولیٰ میں زیادہ اور بعد والوں (متأخرین) میں کم لوگ کائنات کا صحیح صحیح تصور رکھتے تھے اور چند صدیاں پہلے بھی اور آج بھی یہ اکابرین ملت اسلامیہ اور اہل علم اپنے ماحول اور ظروف واحوال کے حوالے سے جس صورت حال سے دوچار رہتے تھے وہ درج ذیل صورتوں میں سے کوئی ایک ہوتی تھی:

1۔ ایسے رجالِ دین یا مجدّدین وقفے وقفے سے سامنے آتے رہے جو کائنات اور اس کے اندر پھیلی ہوئی حقیقتوں کا صحیح صحیح اِدراک رکھتے تھے جو ادراک نبوت کا دھندلا سا عکس کہا جاسکتا ہے۔ ایسے چنیدہ وبرگزیدہ لوگ اُمت میں مشرق سے مغرب تک پھیلے رہے۔ بسا اوقات

ان حضرات کو ایسا ماحول میسر آ گیا اور اعوان وانصار اور وابستگان ومتوسلین ایسے مخصوص ذوق کے مل گئے کہ ان کو یہ مسائل حکمت اور حقیقت کائنات کا علم واشگاف الفاظ میں منتقل کر دیا اور انہوں نے اس کو سمجھ بھی لیا اور اگلی نسلوں کو بھی منتقل کیا۔

3۔ بعض اوقات ایسے علماء وفضلاء (جو اس بصری مشاہدہ اور نظری حقیقت کا علم رکھتے تھے) کو اہل اور باصلاحیت شاگرد اور طالبانِ علم میسر نہ آ سکے یا ان کو یہ علم منتقل کرنے کا موقع نہ مل سکا (ہمارے رسولِ پاک حضرت محمد ﷺ نے بھی آخری عمر میں ہی خصوصی نشستوں میں یہ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منتقل فرمایا تھا) اور یوں ان ائمۂ دین کے بارے میں اُن کے شاگردوں اور وابستگان میں اس شعبۂ علم کی تفاصیل اور تذکرہ کا فقدان رہا۔

4۔ اس طرح اُمت مسلمہ میں گزشتہ چودہ صدیوں میں ان علوم کے بارے میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا جو بالکل فطری امر ہے اور نیک نیتی پر مبنی ہے۔ یہ اختلاف اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔

5۔ آج کا دور مغربی علوم کی بالادستی اور جدید علوم کی ترقی کی وجہ سے منفرد ہے۔ اب علماء، فضلاء اور رجالِ دین میں جدید علوم پھیل رہے ہیں اور متعدد رجالِ دین تو ہیں ہی جدید مغربی تعلیمی اداروں کے تعلیم یافتہ۔ لہٰذا ــــــ اب ضرورت ہے کہ اس علم پر عمومی توجہ دی جائے اور اس کو عام کیا جائے تاکہ اُمت کے اہل علم وفضل حضرات میں فکری یگانگت پیدا ہو سکے۔

6۔ جہاں تک عوام کی اکثریت کا تعلق ہے تو وہ انسانی صلاحیتوں اور شعبوں کے تفاوت کی وجہ سے مختلف الآرا رہیں۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی امریکہ اور یورپ کے ممالک میں 100% تعلیم کے باوجود عوام کی اکثریت پرانے دور کے نظریات وخیالات وتصورات کے حامل ہیں۔

اسی طرح ہمارے ہاں بھی عوام چاہے صدیوں پرانے خیالات کے ہوں ـــــ علمائے اسلام اور اہل علم اور اہل نظر کو اس حقیقت کا ادراک ہونا چاہیے اور انہیں اپنے وابستگان وبہی خواہان میں اس کا تذکرہ کرنا چاہیے تاکہ اُمت مسلمہ کے عوام میں ایک ملّی وآفاقی مشترک سوچ پیدا ہو سکے جو آئندہ آنے والے دنوں میں اسلام کے روشن مستقبل کے لیے ناگزیر بھی ہے اور اس کی ضمانت بھی۔

☆___☆___☆___☆

مصلح کوئی تو ہونا چاہیے

(انتخاب: محمد سہیل ناصر قریشی، ڈیرہ اسماعیل خان، بشکریہ: 'غیرت مند جرأت مند دیو بند')

(بشکریہ: ماہنامہ غزالی، پشاور، شعبان 1436ھ/جون 2015ء)

میاں چنوں سے عبدالحکیم جاتے ہوئے راستے میں تلمبہ کا تاریخی شہر نظر آتا ہے۔ مؤرخین کے مطابق تلمبہ کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی حضرت انسان کی۔ اسے قبل مسیح میں توحید کے متوالے بادشاہ 'پرھلاذ' کا پایۂ تخت ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے اور ہندو مذہب کے ہیرو رام چندر جی، رام لچھمن جی اور ان کی بیوی سیتا کی میزبانی کا بھی۔

بس تلمبہ کے قریب سے گزرتی ہے تو ایک نہایت پرشکوہ عمارت نظر آتی ہے۔ یہ ہے مولانا طارق جمیل صاحب کا مدرسہ حصنات اور یہ عین اسی جگہ واقع ہے جہاں دس بارہ سال پہلے پاکستان کا سب سے بڑا اور قدیم بازارِ حسن تھا۔

اس خطے میں، جسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کہتے ہیں، انگریز دور سے ہی تین بڑے بازارِ حسن قائم تھے، لاہور، ملتان اور تلمبہ۔ کراچی کی لی مارکیٹ اور نیپئر روڈ بہت بعد کی پیداوار ہیں۔

تلمبہ کا بازارِ حسن 1818ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قائم کیا اور وسط پنجاب میں ہونے کی وجہ سے یہ مقبول خاص و عام تھا۔ سینما، تھیٹر اور ٹی وی کے دور سے پہلے یہاں کی رقاصائیں ملک کے کونے کونے میں اپنے فن کا جادو جگا کر تقریبات کا حسن دوبالا کرتی تھیں۔ پھر وقت بدلا اور رقص و موسیقی نے باقاعدہ انٹرٹینمنٹ انڈسٹری کا روپ اختیار کیا تو بازار بھی اس سے

متأثر ہوئے۔ ان بازاروں کی اعلیٰ کوالٹی ترقی کرتے کرتے پہلے فنکار پھر آرٹسٹ اور بعد میں سیلیبریٹیز بن گئی اور بچا کچھا سامان طوائف کا لیبل لگا کر جسم فروشی کے دھندے سے وابستہ ہو گیا۔

تلمبہ کے بازارِ حسن کی شہرت ضرب المثل کا درجہ رکھتی تھی، پنجاب میں دیہاتی عورتوں کی کوئی بھی لڑائی، ایک دوسرے کو ''تلمبے دی کنجری'' کہے بغیر آج بھی پھیکی سمجھی جاتی ہے۔

جو لوگ اپنے گھر کا کچرا باہر گلی میں پھینک کر نصف ایمان کے درجے پہ فائز ہو جاتے ہیں ان کے لیے یہ بازار قطعاً اس قابل نہ تھا کہ وہ اس کے بارے میں سوچ کر اپنا قیمتی وقت برباد کرتے۔ پھر ہمارے ہاں تو گندی نالیوں کی صفائی کے لیے بھی عموماً غیر مسلم ہی رکھے جاتے ہیں۔ نیک اور پارسا لوگ ایسی متعفن جگہوں سے منہ ڈھانک کر اور پائینچے چڑھا کر گزرتے ہیں اور بدخصلت صرف رات کے اندھیرے میں ادھر جھانکتے ہیں۔

طارق جمیل صاحب غالباً وہ پہلا شخص تھا جس نے دن کے اجالے میں اس بازار کا رخ کیا۔ شروع شروع میں مولانا کی یہ ''حرکت'' ان کے معتقدین کو بھی ناگوار گزری۔ بازار کے کرتا دھرتاؤں کو بھی اس پر اعتراض ہوا۔ لیکن مولانا کا استدلال یہ تھا کہ دین سیکھنا ہر اس شخص کا حق ہے جس نے کلمہ پڑھ رکھا ہے۔ بازارِ حسن سے تعلق رکھنے والے چونکہ مسلمان ہیں اس لیے انہیں اس نعمت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا ایک مدت تک چار سو گھروں پر مشتمل اس کنجر محلّہ میں جاتے اور ایک کونے میں بیٹھ کر درسِ قرآن دیتے رہے۔ آہستہ آہستہ پیشہ ور خواتین کی ایک معقول تعداد ان کا درس سننے آنے لگی۔ طارق جمیل صاحب انہیں میری بہنوں کہہ کر مخاطب کرتے اور نماز کا درس دیتے، اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ایمان افروز واقعات بتاتے، صحابیات رضی اللہ عنہن کے قصے سناتے اور کربلا کی عفت مآب بیبیوں کا تذکرہ کرتے۔

آخر ایک روز ایک عورت نے کہا: ''مولانا تم روز ہمیں درس تو دینے آ جاتے ہو لیکن ہمیں اس کا فائدہ کیا ہے؟ اگر ہم اس گندے کام سے توبہ بھی کر لیں تو کیا یہ معاشرہ ہمیں قبول کرلے گا؟ لوگ تو ہمیں دیکھ کر تھوکنا بھی گوارا نہیں کرتے؟ ہمیں اپنائے گا کون!''

مولانا نے کہا کہ ربّ پر توکل کرو، وہ فرماتا ہے: تم میری طرف چل کر آؤ، میں دوڑ

کرآؤں گا۔تم ایک بار چل کر تو دیکھو، باقی ربّ پر چھوڑ دو تا کہ قیامت والے دن کوئی عذر تو ہو تمہارے پاس!

پھر مولانا یہ بات مختلف حلقوں میں چلائی، اس کارِ خیر کے لیے ملک کے دور دراز علاقوں میں خفیہ واعلانیہ مہم چلائی، بہت سے نیک اور صالح نوجوان ان خواتین سے شادی کے لیے تیار ہو گئے......اور آہستہ آہستہ...... پاکستان کے اس تیسرے بڑے بازارِ حسن کی آبادی گھٹنے لگی، کئی سال لگے، آخر ایک دن وہ بازار ویران ہو گیا اور طارق جمیل صاحب نے وہ جگہ خرید کر مدرسے کے لیے وقف کر دی۔

مجھے فخر ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا پندرھویں صدی کا اُمتی طارق جمیل جیسا ہے۔

نعرے بازی، احتجاج، کافر کافر، تبرا بازی تو سب کرتے ہیں۔کاش! کوئی مصلح بھی ہو، جو اسی حکمت و بصیرت سے معاشرے کا گند صاف کرے جس طرح چودہ سو سال پہلے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدو کا گند صاف کیا تھا جس نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا۔

اتحادِ اُمت کا نصب العین

انجینئر مختار فاروقی

اتحادِ امت کا نصب العین ہر دردمند مسلمان کے لیے بڑا دلآویز اور خوش کن ہے مگر عملاً یہ اتحادِ امت کا معاملہ اتنا ہی پیچیدہ اور مشکل نظر آتا ہے۔

اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد نے 20-21 جنوری 2015ء کو فیصل مسجد کمپلیکس میں ایک دوروزہ قومی کانفرنس برائے

''بین المسالک ہم آہنگی اور افہام و تفہیم کی حکمت عملی''

کے عنوان سے کرائی تھی۔ اس کانفرنس میں مدیر حکمت بالغہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

اب ادارہ نے کانفرنس میں پیش کیے گئے سارے مقالات کو ایک کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ مدیر حکمت بالغہ کا تحریری خطاب استفادۂ عام کے لیے اس کتاب سے شائع کیا جارہا ہے۔

امید ہے کہ قارئین اس کو دلچسپی سے مطالعہ فرمائیں گے۔

(ادارہ)

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہ ﷺ

اسلام میں فکر اور سوچ کے ایک سے زیادہ دھارے اور دبستان ہیں اور یہ ختم نبوت کا فیضان ہے۔ علامہ اقبال نے ختم نبوت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کہا ہے اور بنی آدم کی فکری و نظری بلوغت کے تاریخ ساز عہد میں مسلسل آسمانی ہدایت یا انگلی پکڑ کے چلنے کی بجائے تحریری آسمانی آخری مکمل ہدایت دے کر فکر انسانی پر مکمل اعتماد قرار پایا ہے کہ انسان میں جو روحانی پہلو یا خودی ہے (جسے بجا طور پر علامہ اقبال کے فکر کا نقطۂ ماسکہ کہا جا سکتا ہے اور جسے انہوں نے ''نقطۂ نوری کہ نامِ او خودی است'' فرمایا ہے) اس کے تحت قرآن مجید کی ہدایت کے ساتھ کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکے گا۔

جب تک نبوت کا سلسلہ جاری تھا اور نبی آتے تھے اس وقت تک نبی ہی کہہ سکتا تھا اور کہتا تھا کہ 'الحق' میرے ساتھ ہے جو نبی کا مخالف ہے یا دوسرے کیمپ میں ہے وہ 'کافر' اور 'گمراہ' ہے۔ ختم نبوت کے بعد مسلمانوں کے اندر اب قرآن اور حدیث کی تشریحات کے نظری فرق کا موجود ہونا اسی لئے رحمت قرار دیا گیا ہے کہ یہ فطری امر ہے۔

فروعی اختلاف کی اس رحمت کے سائے میں مسلمانوں کو بنیادی طور پر متحد اور ایک 'بنیانٌ مرصوص' ہونا چاہئے۔ مگر بوجوہ عملاً ایسا نہیں ہے اس کی ایک بڑی وجہ عالمی سطح پر مسلمانوں کا مغربی طاقتوں کا غلام ہونا ہے۔ گذشتہ تین چار صدیوں سے مسلمان زوال پذیر ہیں اور مغربی اقوام نے بقول ہنٹنگٹن (مصنف: تہذیبوں کا تصادم) کسی فلاحی اور آفاقی نظریہ کے تحت دنیا کو فتح نہیں کیا بلکہ منظّم ظلم و تشدّد کر کے (جو انہوں نے رومی اور یونانی آباء واجداد سے ورثہ میں پایا ہے) اپنا تسلط قائم کیا ہے۔ اس غلامی کے اثرات آج بھی

عالم اسلام پر نمایاں ہیں اور بالخصوص جنوبی ایشیا کے مسلمانوں میں نوشتہ دیوار ہیں بجا طور پر سیکولر اور بے دین بالا دست اور فاتح قومیں محکوموں کو DIVIDE & RULE کے سیاہ اُصول کے تحت ہی اپنی ظالمانہ حکومت کے استحکام کے لئے کوشاں رہی ہیں اور مغربی صہیونی (پہلے برطانوی اور اب امریکی) استعمار نے بھی یہی کیا تھا اور اب بھی جنوبی ایشیا سے جاتے جاتے یہی کچھ کر رہا ہے۔

یہ سیمینار چونکہ علامہ اقبالؒ کے نام سے منسوب ایک ادارے کے زیر انتظام ہو رہا ہے لہٰذا انہیں کا حوالہ مفید مطلب ہوگا۔ آپ نے فرمایا:

بیا تا کارِ ایں اُمت بسازیم
قمارِ زندگی مردانہ بازیم!
چناں نالیم اندر مسجد شہر
کہ دِل دَر سینۂ مُلاّ گدازیم!

ترجمہ: ''(امت مسلمہ اور ملت کا درد رکھنے والو!) آؤ کہ اس اُمت (کی بھلائی اور بیداری) کے لیے کام کریں اور جواں مردوں کی طرح (اس کام میں) سب کچھ جھونک دیں (تا کہ اللہ آخرت میں ہمیں سرخرو کردے) ہم مسلمانوں کے عوام وخواص کے سامنے یوں نالہ وفریاد کریں کہ مسلمان اہل علم کا دل نرم کردیں (کہ وہ بھی اس کام میں لگ جائیں)''

اور مزید فرمایا کہ:

نغمہ کجا من کجا ساز سخن بہانہ است
سوئے قطار می کشم ناقہ بے زمام را

چنانچہ عالمی مغربی صہیونی استعمار کی DIVIDE & RULE کی پالیسی کی ستائی اس قوم کے علاج کے لئے اقدامات کوئی لاینحل مسئلہ نہیں ہے جنوبی ایشیا میں مسلمان

انگریزوں کے منحوس سائے سے پہلے بھی آرام سے رہ رہے تھے لٰہذا ہم مسلمان درج ذیل اقدامات کر کے اپنے اندر اتحاد پیدا کر کے مستقبل کی منظّم قوت بن سکتے ہیں۔

۱۔ گذشتہ تین صدیوں کے اختلافات کو بھلا کر جنوبی ایشیا کے مسلمان اٹھارھویں صدی میں جائیں تو بآسانی اس دور کا ماحول پیدا کر کے بھائی بھائی بن سکتے ہیں۔ مسلمان اپنے ماضی کی شاندار روایات کے تحت ۱۹۲۰ء تک متحد تھے اور حضرت شیخ الہند محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی جمعیت علمائے ھند میں جنوبی ایشیا کے تمام مسالک کے علماء موجود تھے شیعہ، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، فرنگی محلّی، بدایونی وغیرہ وغیرہ۔ لٰہذا ـــــ آج بھی اسی بنیاد پر اتحاد بین المسالک کی راہموار کی جاسکتی ہے۔

۲۔ اِتحادِ اُمت کے لئے کسی نصب العین اور کسی مشترکہ پیغام کا ہونا ضروری ہے کہ جس کی ضرورت کے طور پر تمام مسالک کے اربابِ حل وعقد واکابرین ہنگامی بنیادوں پر اس کام کو سرانجام دینے کے لئے کمر ہمت کس لیں اور اکٹھے ہو جائیں۔ ہمارے نزدیک اس مشترکہ نصب العین کے لیے امت مسلمہ کے مقصد وجود کے بارے میں جو الفاظ قرآن مجید میں ہیں

> وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرۃ:۱۴۳)
>
> ’’اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزمان) تم پر گواہ بنیں‘‘

اور جس کی تشریح بجا طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ قربِ قیامت میں امت مسلمہ کے ہاتھوں اِتمامِ حجت اور شہادت علی الناس کے فریضہ کے طور پر خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور آئے گا اور اب یہ دور عالمی سطح کا ہوگا۔ پہلے کسی ایک ملک میں یہ نظام آئے گا پھر بڑھتے بڑھتے عالمی خلافت پر منتج ہو جائے گا۔ اسے اسلام کا عالمی غلبہ کہیں یا نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں یا

نظام خلافت کہیں یا انقلاب اسلامی کے لفظ سے تعبیر کریں اس کے تحت عدل وانصاف، عدل اجتماعی، کفالت عامّہ اور اسلامی قوانین کا نفاذ ہو کر رہے گا۔ علامہ اقبال نے اسی موقع کے لیے فرمایا ہے:

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

اس عظیم مقصد وحید کے لیے تمام مسالک کو جمع ہو جانا چاہئے اور ارادہ کرلیا جائے تو یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے۔

۳۔ اس مقصد کے لئے ایک ضروری کام یہ ہے کہ امت اور ملّت کی سطح پر اتحاد کے لئے مسالک کو ایک ''حبل اللہ'' کی طرح 'رسّہ' سے تشبیہ دی جاسکتی ہے 'امت' میں کئی مسالک اس بڑے موٹے رسّے میں شامل کئی رسیاں ہیں۔ اس رسّے کی مضبوطی کے لئے ضروری ہے کہ تمام رسیاں اپنی جگہ مضبوط ہوں اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے ہاں پہلے اتحادوں کی ناکامی سے سبق سیکھتے ہوئے ہر مسلک اپنے اندر ایک نظم پیدا کرے اور ایک قیادت پر متفق ہو یا بیعت ہو۔ پھر یہ قیادت بیٹھ کر اتحاد کا فیصلہ کرے تو یہ اتحاد پائیدار بھی ہوگا اور نتیجہ خیز بھی تاکہ کسی مسلک کا کوئی قابل ذکر حصہ (گروہ یا تنظیم) اس اتحاد سے باہر نہ رہ جائے۔

۴۔ اس اتحاد کو مثبت اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے ایک اور کام ضروری ہے کہ مختلف مسالک کے فروعی اختلافات کو قیام نظام خلافت کی مشترکہ جدوجہد سے پہلے ہی آپس میں طے کرلیا جائے کہ کامیابی کی صورت میں کیا کیا جائے گا۔ مثلاً دیوبندی، اہل حدیث، بریلوی اور شیعہ مسلک کے علماء قیام نظامِ خلافت کے لیے اتحاد میں شامل ہو جائیں اور اللہ کی مدد کے ساتھ کامیابی یقینی ہے تو ان چند امور پر (بطور مثال) اتفاق رائے ضروری ہے تاکہ تمام مسالک

کے اکابر واصاغر وعوام دلجمعی سے دامے، درمے، سخنے، قلبے و دماغے ساتھ دے سکیں۔

- شیعہ مسلک کے محرم کے جلوسوں کا مستقبل کیا ہوگا؟
- بریلوی مسلک کے ۱۲ ربیع الاوّل کے جلوسوں کا مستقبل کیا ہوگا؟
- مزارات اوران پر عرسوں و میلوں کا مستقبل کیا ہوگا؟
- مناظرے بازی اور باہمی منافرت پھیلانے والے ہر مسلک کے لٹریچر کا کیا کیا جائے گا؟
- ملک میں اجتماعی قانون کس مسلک کا ہوگا (ایران کی طرح کہ وہاں شیعہ مسلک ملکی قانون ہے اور اہل سنت کو ذاتی و انفرادی معاملات (PRIVATE LAW) میں اپنے مسلک کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت ہے) اور دوسرے مسالک کا درجہ کیا ہوگا؟ و قِس عَلٰی ھٰذا

ہمارے نزدیک اگر ہمارے اکابرین اِتحاد کے راستے کے ان کانٹوں کو چن کر علیحدہ کرسکیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانانِ پاکستان بالخصوص اور عالم اسلام بالعموم ایک قوت نہ بن سکے۔ و مَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان ماہنامہ العصر کی خصوصی اشاعت

تاریخی وثقافتی نمائش نمبر

کل ضخامت: 268 صفحات قیمت صرف 200 روپے

جس میں اسلامی تہذیب وثقافت کے بنیادی خصائص، ضرورت واہمیت، پاکستانی معاشرے کی ثقافت اور نمایاں خدوخال، قلمی مخطوطات، تاریخی کتب، تبرکات اکابر وآثارِ اسلام، قدیم برتن، پرانے ہتھیار، قدیم سکے، مختلف ٹکٹ اور تمغے، کھیتی باڑی وزراعت کے قدیم اوزار گھریلو اشیاء، ثقافتی وروایتی لباس اور طلبہ جامعہ کے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ملکی وعالمی سطح پر شہرت یافتہ تاریخی مقامات، جامعہ عثمانیہ پشاور مرکزی کیمپس، جامع مسجد عبداللہ بن مسعودؓ نیو کیمپس کے ماڈلز اوراس کے علاوہ تاریخی وثقافتی نمائش تصاویر کے آئینے میں پیش خدمت ہے۔ دیدہ زیب ٹائٹل، اعلیٰ صفحہ کے ساتھ، مناسب قیمت پر آج ہی حاصل کریں۔ نیز بذریعہ وی پی منگوانے کا پتہ:

دفتر ماہنامہ العصر، جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر، 0333-9273561

تحریک پاکستان میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی تاریخی نظم

پاکستان کا مطلب کیا؟ ـــــ لا اِلٰہ اِلا اللہ

(بشکریہ سہ ماہی مجلّہ سوچنے کی باتیں، لاہور۔ جولائی تا اگست 2014ء)

آج بعض مادہ پرست اور سیکولر لوگ یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ پاکستان دین اسلام کے غلبہ وقیام کے لئے نہیں بلکہ ہندوؤں سے معاشی آزادی حاصل کرنے کے لئے بنایا گیا تھا اور یہ کہ ''پاکستان کا مطلب کیا؟......لا الہٰ الا اللہ'' کا نعرہ بھی تحریک پاکستان کے دوران نہیں لگایا گیا تھا۔ حالانکہ حقائق اس کے برعکس ہیں۔ تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ کے دو نعرے سب سے زیادہ معروف ومقبول تھے۔ ایک نعرہ تھا ـــــ ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آیا'' اور دوسرا ''پاکستان کا مطلب کیا؟......لا اِلٰہ اِلا اللہ''۔ اس حقیقت کا واشگاف اظہار پروفیسر محمد منور نے اپنی کتاب ''پاکستان ـــــ حصارِ اسلام'' میں کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس مقبول نعرہ کو تحریک پاکستان سیالکوٹ کے مشہور شاعر اصغر سودائی نے بھی اپنی ایک نظم کا باقاعدہ حصہ بنایا تھا۔ یہ نظم مسلم لیگ کے جلسوں میں بہت پڑھی جاتی تھی اور قائدین اس نظم سے ہی ''پاکستان کا مطلب کیا؟ ـــــ لا اِلٰہ اِلا اللہ'' کے نعرے لگواتے تھے۔ یہ تاریخی نظم ایمان تازہ کرنے کے لئے قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

قرآن سے ہے اس کی بنا، ایمان سے ہے نشوونما
پاکستان ہے ملک خدا، پوچھے اگر دنیا تو بتا
پاکستان کا مطلب کیا؟ ...... لا الہٰ الا اللہ

شب ظلمت میں گزاری ہے، اُٹھ وقت بیداری ہے
جنگ شجاعت جاری ہے، آتش و آہن سے لڑ جا
پاکستان کا مطلب کیا؟ ...... لا الہٰ الا اللہ

چھوڑ تعلق داری چھوڑ، اُٹھ محمود بتوں کو توڑ
جاگ اللہ سے رشتہ جوڑ، غیر اللہ کا نام مٹا
پاکستان کا مطلب کیا؟ ...... لا الٰہ الا اللہ

نغموں کا اعجاز یہی، نعرۂ سوز و ساز یہی
وقت کی ہے آواز یہی
پاکستان کا مطلب کیا؟ ...... لا الٰہ الا اللہ

تجھ میں ہے خالد کا لہو، تجھ میں ہے طارق کی نمو
شیر کے بیٹے شیر ہے تو، شیر بن اور میدان میں آ
پاکستان کا مطلب کیا؟ ...... لا الٰہ الا اللہ

جرأت کی تصویر ہے تو، ہمت عالمگیر ہے تو
دنیا کی تقدیر ہے تو، آپ اپنی تقدیر ہے تو
پاکستان کا مطلب کیا؟ ...... لا الٰہ الا اللہ

پنجابی ہو یا افغان، مل جانا شرطِ ایمان
لے کے رہیں گے پاکستان، حکم نبی ﷺ منشائے خدا
پاکستان کا مطلب کیا؟ ...... لا الٰہ الا اللہ

اے اصغر ! اللہ کرے، ننھی کلی پروان چڑھے
پھول بنے خوشبو مہکے، وقت دُعا ہے ہاتھ اُٹھا
پاکستان کا مطلب کیا؟ ...... لا الٰہ الا اللہ

تبصرہ وتعارف کتب

مجلّہ صفدر کی اشاعت 52

فتنۂ غامدی نمبر

جلد اوّل

تبصرہ نگار: انجینئر مختار فاروقی

فتنۂ غامدی گزشتہ ثلث صدی میں پر پرزے نکال کر جوان ہوا ہے اور مسلمانانِ پاکستان کی نوجوان نسل کے اسلامی نظریات کو جھوٹے مغربی معیارات کے مطابق پرکھ کر نگاہوں سے گرانے میں مصروف ہے نتیجتاً جدید تعلیم یافتہ حضرات کے اذہان وقلوب میں ٹھیٹھ اسلامی تصوّرات اور قرآن وسنت کی وہ تعلیمات جو دورِ صحابہؓ سے محفوظ و مامون چلی آرہی ہیں ان کو نظروں سے گرانے اور بے وقعت کرنے کا یہ فتنہ ترقی پذیر ہے۔ مغربی آقاؤں کی اشیر باد اور الیکٹرانک میڈیا سہولت کار کا کام کر رہے ہیں تاکہ مغربی ایجنڈا کے مطابق مسلمانانِ پاکستان کی نئی نسل کی مذہبی سوچ کو زہر آلود کر دیا جائے۔ بھلا ہو مجلّہ 'صفدر' کے کار پردازان اور معاونین کا کہ انہوں نے اس فتنہ کی زہر آفرینی کو آشکار کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے اور فتنۂ غامدی نمبر کی جلد اوّل شائع کی ہے۔ یہ کام عالمی سطح پر باطل نظریات کے تعاقب کا ایک وقیع کام ہے توقع ہے کہ اس سلسلے کی آئندہ مساعی اس فتنے کی زہرناکی کو مزید مُبرہن کرنے کا کام کریں گی۔

ہمارے نزدیک گزشتہ چھ صدیوں میں مسلمانوں کے بتدریج زوال اور یورپ میں سائنسی ترقی کے جلو میں عالمی صہیونی استعمار کی اُٹھان اور عالمگیر غلبہ نے اسلام کی حقیقی تعلیمات

کے لئے ایک زبردست چیلنج کھڑا کر دیا ہے۔

جنوبی ایشیا میں مغرب نے اپنے محکوم عوام کے لئے ایک مخصوص نظامِ تعلیم رائج کرایا۔ لارڈ میکالے ایک متعصب، وحی دشمن اور اخلاق دشمن شخص تھا جس نے غلط نصاب اور غلط نہج پر ہمیں ایک نظامِ تعلیم دیا جس کے اصول و مبادی ہی اسلام اور خدا و آخرت کے تصوّرات سے متصادم ہیں۔ پھر مغرب کے ہر اقدام اور ہر عمل میں صہیونی ایجنڈا کے مقاصد پنہاں ہوتے ہیں۔

اسی مغربی نظامِ تعلیم کے پروردہ بعض اصحابِ علم اگر دینی معلومات بھی فراہم کر لیتے ہیں تو اُمّت ان حضرات کے قدیم و جدید علوم سے واقفیت کی بنا پر قدر کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر کے توقّعات وابستہ کر لیتی ہے۔ جب تک یہ حضرات دین اور دینی شعائر کی تکریم کا درس دیتے ہیں اور اسلاف اور اسلاف کے نظریات کے اندر رہتے ہیں یہ لوگ 'خدمت دین' کے ایک شعبہ کا حق ادا کرتے ہیں ـــــ مگر نامعلوم وجوہات کی بنا پر اس طبقے میں سے بعض اہل علم جناب جاوید غامدی صاحب کی طرح بزعم خویش دین کے مسلّمات اور بنیادوں کو ہی ڈھانے میں مصروف ہو جاتے ہیں تو علماء حق کو ان کا جواب دینا لازم بلکہ فرض بن جاتا ہے، ماضی میں سرسیّد، پرویز وغیرہ نے یہ کام کیا تو علمائے حق نے ان نظریات کا ابطال کیا۔ عصر حاضر میں 'فتنۂ غامدی نمبر' جدید 'متجدّدیت' کے فتنہ کے ابلیسی نظریات کے ابطال کے لئے وقت کی ضرورت تھی جو علماء نے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ اہل حق کو ثابت قدم رکھے اور ہر دور میں زندہ و بیدار رکھے تاکہ وہ اسلام کے حقیقی چہرہ کو ہر طرح کی شیطانی تنقید کی ناپاک چھینٹوں سے پاک کرنے کا کام کرتے رہیں۔ اس لیے کہ 'فتنہ غامدی' نہ آخری فتنہ ہے اور نہ اہل حق کے ذمہ یہ آخری کوشش۔ جب تک دنیا قائم ہے خیر و شر کا یہ معرکہ جاری رہے گا اور چراغِ مصطفوی ﷺ سے شرارِ بولہبی کی چشمک اور مقابلہ بھی جاری رہے گا۔

اہل حق کے لئے خوش آئند بات اور دلوں کو سکون دینے والی بات وہ ہے جو ہمارے آقا سیّدنا حضرت محمد ﷺ نے فرمائی کہ اُمت کی تاریخ میں کئی ادوار آئیں گے جن میں غلامی کے دور کے بعد دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوہ کا دور ہوگا جب اسلام کل روئے ارضی پر غالب

ہوجائے گا۔(مسند احمد عن نعمان بن بشیرؓ) تمام داخلی وخارجی فتنے اپنے سرپرستوں (یہود) سمیت جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ کے مصداق ٹھہریں گے اور یوں آج کی مغربی عالمی صہیونی تہذیب اپنے جملہ اعوان وانصار سمیت قصہ ماضی بن جائے گی۔اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ لَنَا هٰذا، اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ لَنَا هٰذا۔

(ناشر: جامعہ حنفیہ امداد ٹاؤن شیخوپورہ روڈ، فیصل آباد 0321-7837313)

تاریخی وثقافتی نمائش نمبر

خصوصی اشاعت ماہنامہ العصر پشاور

(اپریل تا جولائی 2015ء)

تبصرہ نگار: انجینئر مختار فاروقی

ماہنامہ 'العصر' پشاور کا تازہ شمارہ بعنوان ''تاریخی وثقافتی نمائش نمبر'' دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ایک دینی درس گاہ نے تاریخ اور ثقافت کا تعلّق 'دین' اور 'وحی' سے جوڑنے کی سعی مشکور کی ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ کسی قوم کے عقائد ونظریات کا اس قوم کی تہذیب وتمدن، رہن سہن، اور فنون پر نہایت گہرا اثر ہوتا ہے بالفاظ دیگر کسی قوم کے فنون (مصوّری وموسیقی وتعمیراتی محاسن)، رہن سہن اور تہذیب اس کے نظریات کا عکس ہی ہوتا ہے۔قدیم رومی بادشاہتیں اور یونانی حکومتیں اپنے فنون اور تہذیب کے آئینے میں ایسے سفلی، حیوانی اور ابلیسی نظریات کی حامل تھیں کہ اللہ کی پناہ! مگر آج کا مغرب اسی روم ویونان کا گرویدہ ہے۔

آسمانی وحی کے بیان میں یہی حقیقت آشکارا ہے کہ جب کسی قوم کے نظریات وعقائد دنیاوی، سفلی، حیوانی اور شیطانی ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اور ہدایت فرمائی مگر قوم نہ مانی تو قوم پر تباہی آ گئی۔قوم فرعون، قوم ثمود، قوم عاد اور قوم لوط بشمول قوم نوح اسی قبیل کی قومیں تھیں۔

آج مغرب کے مقابلے میں مسلمانوں کو صرف اپنی تاریخ سے ہی روشناس کرا دیا جائے اور اپنی تہذیب سے آشنا کر دیا جائے (جس میں مغرب مسلسل دو صدیوں سے زہر گھول رہا ہے) تو قوم میں صحیح نظریات اور آسمانی ہدایت کی پیاس پیدا ہو سکتی ہے۔

ہندوقوم کوہی لیجیے 100 عیسوی سے لے کر 800 عیسوی تک وسطی ہند میں یہ قوم اپنے نظریات سمیت حکمران تھی اور اپنے فن تعمیر، فن آرائش اور رہن سہن کے ذریعے اپنے عقائد و نظریات کو دنیا پر آشکارا کر رہی تھی اس دور کے تعمیر کردہ ہندو مندر آج تاج محل کی طرح دنیا کی نگاہ میں آثارِ قدیمہ ہیں اور عالمی اثاثہ یعنی WORLD HERITAGE ہیں۔ (فوٹو)

تاہم یہ عبادت گاہیں اپنے فن تعمیر میں ایسی بے حیائی، کمینگی، بے غیرتی اور حیوانیّت کا نمونہ ہیں کہ الامان الحفیظ کوئی باضمیر ہندو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کیا شاید اکیلا بھی وہاں کی یاترا نہیں کرسکتا کجا کہ وہ 'مندر' یعنی عبادت گاہ اور 'گیان ودھیان' کی جگہ کہلانے کی مستحق قرار پائے۔ یہی ہندو نظریات وعقائد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان حکمرانوں اور قرآنی نظریات کے ذریعے ہندو ذہن پر ایسا اِتمامِ حجّت فرمایا ہے کہ تاج محل جو ایک عظیم مسلمان حکمران شاہ جہاں کی بیوی کی یاد میں تعمیر ہونے والا محبّت کا نشان ہے اور محبوبہ کی یادگار ہے اس میں خرافات ہوتیں بے ہودگی ہوتی تو قرین قیاس تھا کہ ہے ہی محبت کی یادگار اور وہ بھی ایک بادشاہ کی۔ مگر آفرین ہے مسلم نظریات اور سوچ پر کہ اس عظیم محبت کی یادگار میں بھی کوئی عریاں بت تو کیا کوئی بالباس مجسمہ بھی نہیں ہے بلکہ دلکش قرآنی آیات حسن نظر وآہنگ کے ساتھ نظروں کو خیرہ کرتی ہیں۔

'کھجوراہو' کے ہندو مندر اور آگرہ کا تاج محل دو قوموں کے نظریات کے عکاس ہیں۔

ایک قوم کے محبت کے جذبات اتنے پاکیزہ ہیں کہ دوسری قوم کے عبودیت کے جذبات سے زیادہ عفیف اور معطّر ہیں۔ بقول اقبال:

یک نظر آں گوہرِ نابے نگر — تاج را در زیر مہتابے نگر
مرمرش ز آبِ رواں گردندہ تر — یک دم آنجا از ابد پائندہ تر
عشق مرداں سرِّ خود را گفتہ است — سنگ را بانوکِ مژگاں سفتہ است
عشق مرداں پاک ورنگیں چوں بہشت — می کشاید نغمہ ہا از سنگ و خشت

عشق مرداں نقد خوباں را عیار　　حسن را ہم پردہ در ہم پردہ دار
ہمتِ او آنسوے گردوں گذشت　　از جہاں چند و چوں بیروں گذشت
زانکہ درگفتن نیاید آنچہ دید
از ضمیرِ خود نقابے برکشید

از محبت جذبہ ہا گردد بلند　　ارج می گیرد از و ناارجمند
بے محبت زندگی ماتم ہمہ　　کاروبارش زشت و نامحکم ہمہ
عشق صیقل می زند فرہنگ را　　جوہر آئینہ بخشد سنگ را
اہل دل را سینۂ سینا دہد　　با ہنر منداں ید بیضا دہد

کاش ہمارے دینی مدارس ہی نہیں ہمارے جدید تعلیمی ادارے (کالج اور یونیورسٹیاں) بھی مسلم نوجوان کو اپنی تہذیب وتمدن سے آشنا کرا دیں تو تقلید مغرب میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔آپ سے توقع ہے کہ آپ اسی طرح مسلمانوں کو اپنی تاریخ سے روشناس کرائیں گے اس لئے کہ تاریخ کسی قوم کے افراد کے لیے حافظہ کی حیثیت رکھتی ہے جو قوم اپنی تاریخ بھلا دیتی ہے وہ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہے۔قرآن مجید کے مطابق جسے کافر 'اساطیر الاوّلین' کہتے تھے وہی قصص اہل حق کے لئے عبرت کا سامان بنتے ہیں۔'العصر' کے کارپردازان، معاونین اورطلبہ سب ڈھیروں مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(ملنے کا پتہ: جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر 091-5240422)

سرگزشت ایام

خودنوشت: حافظ نذر احمد (رحمۃ اللہ علیہ)

مسلم اکادمی 18/29 محمد نگر علامہ اقبال روڈ لاہور

تبصرہ نگار: انجینئر مختار فاروقی

'سرگزشت ایّام' کی ورق گردانی سے 1940ء سے 1990ء تک کی نصف صدی کی 'تاریخ ہند' (مسلم جنوبی ایشیا) نظروں میں تازہ ہوگئی۔تاریخ نویسی میں بڑی شخصیات کی 'آپ بیتی'

یا ’خودنوشت‘ تحریروں کو تاریخ کے مشہور واقعات اور اخباری سرخیوں کے پس پردہ رابطوں، ملاقاتوں،قومی لیڈروں کی ذاتی زندگی کے مختلف گوشوں اور رویوں پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

حافظ نذر احمد صاحب نے تعلیمی، سماجی، سیاسی اور دینی اعتبار سے ایک بھرپور زندگی گزاری ہے اوران کی زندگی دورِ غلامی اور دورِ آزادی کے درمیان ایک عبوری دور یا LINK کی حیثیت رکھتی ہے۔

راقم کی محرومی ہے کہ اُسے حافظ نذر احمد صاحب سے ذاتی ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوسکا اوراس کتاب کے مطالعہ سے اس احساسِ محرومی میں تلخی کا عنصر بھی شامل ہوگیا ہے اس لیے کہ راقم 1967ء سے 1971ء تک انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں زیر تعلیم رہا اور جامعہ نعیمیہ لاہور میں آنا جانا بھی رہا محترم مفتی محمد حسین نعیمی ؒ اور ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی ؒ (جو اس وقت جوان تھے) سے رابطہ اور ملاقاتیں بھی رہیں، مگر نامعلوم کیوں قریب ہی شبلی کالج اور حافظ نذر صاحب سے تعلق خاطر پیدا نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔ اُن کی ’سرگزشت ایاّم‘ بہت سے اکابر و اصاغر کے علاوہ نئی نسل کے مسلم جوانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی جو پاکستان کو اسلام کے عالمی غلبہ کی خدائی تدبیر کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی سمجھتے ہیں اوراس راہ میں اپنی سی سعی و جہد میں ہمہ تن مصروف عمل ہیں۔

حافظ نذر احمد صاحب کی اولاد و احفاد بھی لائق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ’سرگزشت ایاّم‘ چھاپ کر تاریخ کا ایک باب محفوظ کردیا ہے۔ کتاب تاریخ پاکستان کے ہر طالب علم کے لیے ایک ’تحفہ‘ ہے۔

مجموعۂ نعت

شعاعِ نوا

نعت گو: رئیس احمد نعمانی

ناشر: گوشہ مطالعات فارسی، علی گڑھ 202001 انڈیا

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

زیر تبصرہ مجموعہ نعت ’’شعاع نوا‘‘ ذخیرہ ہائے مدائح النبی ﷺ میں نہ صرف ایک حسین

اضافہ بلکہ نادر و معجز رقم وہ مجموعہ نعت ہے جس میں الفاظ تو کجا ارادتاً ایسے خیال سے بھی پہلوتہی کی سعی کی گئی ہے جو ذرّہ برابر بھی قرآن اور احادیث صحیحہ کے مفاہیم و مرادات سے متعارض ہو۔ تاہم اس تخلیقی شاہکار میں بعید از احتیاط کہیں کوئی شعر قرآن وحدیث سے متصادم شائع ہو بھی گیا ہو تو اس مداح رسول ﷺ نے اپنے نام کے حوالہ سے کسی کتاب یا رسالہ میں دوبارہ شائع کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ندرت و غرابت میں اس مجموعہ نعت کے شعری محاسن پر اگرچہ طویل تبصرہ کیا جاسکتا ہے تاہم یہاں صرف ان کا نمونۂ کلام درج کیا جاتا ہے۔

؎ نہیں ہے نور کہیں اب ، سوائے قرآں کے
کہ جل کے بجھ گئے ساری شریعتوں کے چراغ

؎ مرادِ ہر دو جہاں کا حصول ہو جائے
یقیں ہے ہر عمل اس کا قبول ہو جائے
جو جان و دل سے غلامِ رسولؐ ہو جائے

یقیناً اس مجموعہ نعت کو ادبی حلقوں اور عشاق سیّد الانبیاء میں تو پذیرائی ہوگی لیکن امید واثق ہے کہ اس نعت گوئی ہی کے صدقہ میں شفاعت سیّد الانبیاء ﷺ بھی انہیں نصیب ہوگی اور نجاتِ اُخروی بھی۔ لائبریریوں کی زینت بننے کے قابل یہ مدحت رسول' ثناخوانانِ رسول ﷺ کے لیے ایک خصوصی اور نایاب تحفہ ہے۔

اسلام کے صدر اوّل میں مدح رسول ﷺ کا انداز حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے شروع ہوکر تین صدیوں تک اسلام کی تعلیمات کے قریب اور پاکیزگی و اعلیٰ ذوق کی مثال رہا بعد میں اچھے شعراء آئے ہیں مگر قلیل۔ اسلام کی تاریخ میں 'الف ثانی' کے بعد جو تجدید و احیائے دین کا کام ہوا اس کے تحت نعتیہ شاعری بھی قرآن وحدیث کے معیارات کے تابع ہوتی چلی گئی۔ حالی، اکبر الہ آبادی اور علامہ اقبال دورِ غلامی کی سیاہ رات میں پہاڑی کے چراغ ہیں۔ ماضی قریب میں جناب عبدالعزیز خالد کے بعد اب اردو میں جناب رئیس احمد نعمانی صاحب اس سلسلۃ الذہب کی ایک اور اہم کڑی بنے ہیں۔ امید ہے کہ نعت گوئی کے میدان میں بھی اب قرآن وحدیث کے 'پیغام' کو ہی بنیادی حیثیت ملے گی۔

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی مطبوعات

تعمیرِ سیرت وکردار کے 15 ابواب کے سیٹ پر

جناب عبدالرشید ارشد، جوہر آباد

کا تبصرہ

حکمت بالغہ اور حکمت تبلیغ!

کسی بھی باشعور مسلمان سے خالق کائنات کا اگر پہلا مطالبہ اقرار توحید ہے تو دوسرا مطالبہ اتباعِ رسالت کا ہے جب کہ تیسرا مطالبہ اس توحید ورسالت کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔ اس ضمن میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب یہ بات انتہائی فکر انگیز ہے کہ ''اگر اللہ ربّ العزت قرآن حکیم کے بجائے صرف سورۃ العصر ہی نازل فرما دیتے تو انسان کی عملی زندگی سنوارنے کے لئے اس میں مکمل راہنمائی موجود ہے''۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَا صَوْا بِالصَّبْرِ ○ (انسان سراسر خسارے میں ہے ماسوائے ان کے جو ایمان لائے، اعمال صالحہ کو اپنایا، جنھوں نے تواصی بالحق کا کام کیا اور تواصی بالصبر پر کاربند رہے)

اقرار ایمان کے بعد ایمان کے تمام تر تقاضوں کے ساتھ اعمال مطلوب ہیں تو ان کی تکمیل انہی تقاضوں کو خیر خواہی کے ساتھ دوسروں تک پہنچانا ہے اور یہی تواصی بالحق ہے کہ جس حق کو خود دل وجان سے قبول کر لیا ہے اسی کو ہر دوسرے انسان تک پہنچانے کے لئے وہ بے قرار رہے۔ تواصی بالحق سہل کام نہیں ہے۔ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کام تو کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کے پاس حکیمانہ انداز کا تصور ہی محال ہے مگر 13 سالہ مکی زندگی میں ردّعمل کیا رہا۔ کسی نے پاؤں نیچے کانٹے بچھائے تو کسی نے حالت سجدہ میں اوجھڑی پھینکی، کہیں شعب ابوطالب میں فاقے مقدر بنے تو کہیں طائف کے بدطینت لوگوں نے پتھر برسا کر لہولہان کیا۔ یہ سب تواصی بالحق کی سزا تھی۔

اللہ ربّ العزت نے تواصی بالحق کے ردّعمل کا توڑ تواصی بالصبر کو قرار دیا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں، اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کے مکی دور میں امت مسلمہ کے لئے تواصی بالصبر کا سبق تمام تر

پہلوؤں کے احاطہ کے ساتھ موجود ہے۔ یہ بلال رضی اللہ عنہ ہیں جو کوئلوں پر پڑے اَحد اَحد کا ورد کر رہے ہیں۔ یہ ایک ماں ہے کہ ہجرت کے وقت بچہ چھین لیا جاتا ہے۔ ممتا روتے سفر جاری رکھتی ہے۔

تواصی بالحق کا کام ساڑھے تیرہ سو سال سے جاری ہے اور اس کے ساتھ تواصی بالصبر جیسے مشکل ترین مراحل بھی تاریخ اسلام کا حصہ ہیں کہ ''یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے''۔ دور حاضر میں جہاں الحادنت نئے بھیس بدل کر ابلیسیت کے ساتھ قدم بہ قدم چل رہا ہے تواصی بالحق کا کام دن بہ دن مشکل سے مشکل ترین بنتا جا رہا ہے یہ محض کاغذی دعویٰ نہیں شواہد گردو پیش بکھرے ہیں۔

آج کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں (جن پر میڈیا اور نظام تعلیم شاہد ہے) چند حساس و باشعور تواصی بالحق کے لئے اپنے اپنے انداز میں شمعیں روشن کئے ہوئے ہیں ایسے ہی درد دل والے، جھنگ جیسے شہر کو مرکز علم وعرفان بنائے 'قرآن اکیڈمی' بنائے فرض عین کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں۔ قرآن اکیڈمی کا ترجمان ''حکمت بالغہ'' پیغام قرآن ہر کس و ناقص تک پہنچا رہا ہے۔ یہ خدمت اسلام برسوں سے جاری ہے۔

دورِ حاضر کے میڈیا نے (ٹیلی ویژن یا انٹرنیٹ اور ہلکے پھلکے ادب کے نام پر بے ادبی پھیلانے والے اخبارات وجرائد) سنجیدہ ادب سے عام آدمی کا بالخصوص نسل نو کا رشتہ توڑ دیا ہے۔ آج تواصی بالحق کا کام کئی گنا مشکل ہو چکا ہے کہ اس میں ''پھیکا پن'' ہے تو سوشل میڈیا 'مٹھاس' سے بھرپور ہے۔ اس 'پھیکے پن' کو حکمت بالغہ نے بڑے حکیمانہ انداز سے 'میٹھا' بنایا ہے اور یہ محنت قابل قدر ہے، تحسین نہ کرنا عملی بخل کہلائے گا۔

قرآن اکیڈمی جھنگ کے روحِ رواں محترم انجینئر مختار فاروقی صاحب نے تواصی بالحق کے اہم فریضہ کو نبھانے کے لئے انتہائی دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ گزرتے ایام کے اہم عنوانات پر پندرہ معصوم کتابچوں کا سیٹ تیار کیا ہے۔ کتابچہ ہاتھ میں لیتے دل مچلتا ہے کہ اس کے اندر جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھ لیا جائے کہ یہ صرف چند صفحات ہی تو ہیں۔ فاروقی صاحب کی یہ تدبیر ہیومن سائیکلوجی سے بہترین استفادہ ہے اور تواصی بالحق کے لئے جدید تقاضوں سے استفادہ کی بہترین مثال ہے کہ بڑی کتابیں نہ تو خریدی جاسکتی ہیں اور نہ ہی پڑھنے کا وقت ملتا ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ موٹی کتاب پڑھنے پر دل آمادہ ہی نہیں ہوتا کہ آج طالب علم تک نصابی کتب کے

بجائے خلاصوں کی مدد سے امتحان پاس کرتے ہیں۔قرآن اکیڈمی جھنگ کے ان کتابچوں کا حسن اپنی جگہ عنوانات بھی پڑھے جانے پر آدمی کو مجبور کرتے ہیں۔

☆اس نے تمہیں چن لیا' ☆راہ نجات' ☆ذکراللہ' ☆حقیقت عمل صالح'

☆رمضان، جہاد وقتال' ☆حدود اللہ کی حفاظت' ☆نکاح، شادی اور نماز پنجگانہ'

☆خواتین کا جہاد' ☆ختم نبوت میں ازواج مطہرات کا پہلو'

☆شہادت علی الناس اور مقام شہادت' ☆تعمیر سیرت، اسمائے حسنیٰ، حسن تخلیق

☆مجاہدانہ لائف سٹائل' ☆تعمیر سیرت وکرداراور تقرب الٰہی' ☆توبہ ☆ایمان بالاخرت'

سب سے اہم اور خوبصورت بات یہ ہے کہ فکر قرآن وحدیث پر مبنی ہے مسلکی گروہ بندی میں نہیں الجھاتی۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو ادارہ کے ہر کارکن کے لئے بہترین زادِراہ بنائے۔فاروقی صاحب بلاشبہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی تازہ اشاعت

درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں؟ پر

پروفیسر خلیل الرحمٰن

سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹوبہ ٹیک سنگھ

کا تبصرہ

ماشاء اللہ ایک قلیل عرصہ میں قرآن اکیڈمی جھنگ کی کئی مطبوعات سامنے آچکی ہیں۔قرآنی تعلیمات کے فروغ وابلاغ کے لئے آپ کی قابل قدر خدمات لائق تحسین ہیں۔علاوہ ازیں اُمت مسلمہ کا درخشاں ماضی۔اور رجالِ دین کی خدمات۔ اسلام دشمن قوتوں کی سازشیں۔ دورِ حاضر میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں۔اور مستقبل قریب میں دین حق کے غلبے کی نوید۔ یہ سب موضوعات قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کیے جارہے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے اور آپ کے زیرنگرانی

چلنے والے ادارے کو مزید ترقی دے۔ تازہ ترین کاوش ''درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں'' بلاشبہ مبتدی مدرّسین کے لئے ایک مفید کتابچہ ہے۔ وہ خوش نصیب نوجوان جو عربی تجویداور قرآن فہمی کے بنیادی کورسز کر کے 'تبلیغ' بذریعہ قرآن یعنی تذکیر بالقرآن (جسے عرفِ عام میں درسِ قرآن کہتے ہیں) کی ذمہ داریاں ادا کرنے میں مصروف ہوجاتے ہیں ان کی رہنمائی کے لیے یہ کتابچہ بے حد مفید ہے۔

دورِ حاضر میں اُمتِ مسلمہ زوال سے دوچار ہے۔ اس کے اسباب کو اگر ایک ہی جملے میں سمودیا جائے تو بقول اقبال اور شیخ الہند مولانا محمود حسن 'ترکِ قرآن' ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہماری اکثریت ایمان حقیقی سے محروم ہے، جس کے مظاہر ہمارے اعمال میں نظر آتے ہیں۔ اس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ امت مسلمہ کو قرآن کے ساتھ جوڑا جائے اس کی ایک ہی صورت ہے کہ عوامی دورسِ قرآن کا سلسلہ بھرپور انداز سے وسیع پیمانے پر شروع کیا جائے۔ اسی کے بنیادی لوازمات (جو دراصل ہمارے عقائد کا حصہ ہیں) کی طرف اس کتابچے میں متوجہ کیا گیا ہے۔ یہ وہی لوازمات ہیں جو حلقہ علماء میں 'تدبر قرآن' اور 'حکم بالقرآن' (عدالتی فیصلے یا فتویٰ نویسی) کے لیے ناگزیر سمجھے جاتے ہیں۔ مدرّسین قرآن کے علاوہ قرآن مجید کی تعلیم میں مصروف علماء دینی مدارس کے اساتذہ بھی پیغامِ قرآن کے ابلاغ اور شاگردوں کی ذہنی تربیت کے لیے مفید پائیں گے۔

میں آپ کو اس مفید کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، اللہ کرے زیادہ سے زیادہ لوگ بالخصوص جدید تعلیم یافتہ افراد اس سے استفادہ کریں۔

صہیونیت، قرآن مجید کے آئینے میں

پروفیسر ڈاکٹر حکیم سیّد محمد اجمل شاہ گولڈ لیڈ لسٹ

مکرم و محترم جناب علامہ انجینئر مختار فاروقی صاحب کی کتاب 'صہیونیت' ملی۔ لطف و کرم کا ممنون ہوں۔ یہ نہایت مفید کام ہے اللہ آپ کی کاوش قبول فرمائے۔ آپ نے بڑی محنت سے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ اللہ تعالیٰ زورِ قلم زیادہ کرے۔ آپ کی کتاب پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی

ہے ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کے مطالعہ سے دین و دنیا میں فائدہ ہوگا۔ یہ کتاب نہ صرف اسلامی ادب میں گراں قدر اضافہ ہے بلکہ قارئین کے لیے ہدایت کا باعث بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو خلوص نیت سے اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ یہ کتاب مسلمانوں کے لیے ان شاء اللہ ہدایت کا سبب بنے گی۔ محترم فاروقی صاحب آپ کا دم اہل جھنگ کے لیے غنیمت ہے۔ نئے ایڈیشن میں صفحہ نمبر 140 والی تصویر شروع میں لگائیں تو اچھا ہے۔ مصنف کا تعارف بھی ضروری ہے۔

قرآن فہمی کورس آغاز: 3/اگست 2015ء، دورانیہ 10 ماہ

سال اوّل		سال دوم	
آسان عربی گرائمر	بنیادی قواعد تجوید	علم حدیث	اصولِ حدیث
قرآن کریم کا منتخب نصاب	مطالعہ حدیث	علم تفسیر	اصول تفسیر
ترجمہ قرآن حکیم	دورۂ ترجمہ قرآن	علم فقہ	اصول فقہ
عقائد و عبادات	تزکیہ و احسان	عقیدہ	عربی زبان و ادب
دینی و تحریکی لٹریچر	سیرۃ النبی ﷺ	فکر اسلامی	تزکیہ و احسان
توسیعی محاضرات		توسیعی محاضرات	

اوقات: صبح 8:45 بجے تا دوپہر 1 بجے (پیر تا جمعہ) صبح 8:45 بجے تا دوپہر 1 بجے (پیر تا ہفتہ)

اہلیت برائے داخلہ: تعلیمی قابلیت انٹرمیڈیٹ یا مساوی قرآن فہمی کورس سال اوّل یا مساوی

حضرات و خواتین کے لیے (خواتین کے لیے شرکت کا باپردہ انتظام ہے) صرف حضرات کے لیے

افتتاحی تقریب: 2/اگست 2015ء بروز اتوار مقام قرآن اکیڈمی ڈیفنس

☆ داخلے کا حتمی فیصلہ انٹرویو کے بعد کیا جائے گا۔ انٹرویو کی تاریخ: 28 تا 30 جولائی 2015ء

☆ واضح رہے کہ قیام و طعام کی سہولیات صرف قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں حضرات کے لیے دستیاب ہیں۔

☆ اسی طرح فی الوقت سال دوم کا کورس صرف قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں منعقد کیا جا رہا ہے۔

☆ تفصیلات کے لیے مکتبہ سے پراسپکٹس حاصل کریں یا ویب سائٹ ملاحظہ کریں۔

مقاماتِ تدریس: قرآن اکیڈمی ڈیفنس۔ خیابان راحت، درخشاں، ڈیفنس فیز 6،

فون: 36806561۔ 0323-2020907 (فاروق احمد صاحب)

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد۔ بلاک 9 فیڈرل بی ایریا، یٰسین آباد، فون: 0342-2817966۔ 35340022 (محمد نعمان صاحب)

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ www.QuranAcademy.com

مسلمانانِ پاکستان

کو

69واں یومِ آزادی مبارک

14راگست 1947ءکو

27ویں رمضان المبارک 1366ھ

کی تاریخ تھی

ہم حکمرانوں، پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کے تمام گروپوں کے اکابرین، سیاسی جماعتوں کے قائدین دانشوروں، علماء کرام، روحانی پیشواؤں اور دردمند خواص وعوام اہل پاکستان سے درخواست کرتے ہیں کہ آئیں مل کر حکومت سے مطالبہ کریں کہ آئندہ ہر سال یومِ آزادیٔ پاکستان سرکاری طور پر

27ررمضان المبارک

کومنایا جائے۔تا کہ پاکستان کا آئینی اوراسلامی تشخص (نظریۂ پاکستان) بھارت سے الگ اورنمایاں ہوسکے۔

(ادارہ)

ان شاء اللہ

ماہنامہ حکمت بالغہ

عنقریب ایک خصوصی اشاعت

کا اہتمام کر رہا ہے

جس کا عنوان ہے:

فکرِ اقبال یا حکمتِ اقبال

ہی کا دوسرا نام

نظریۂ پاکستان

ہے

اہل علم سے درخواست ہے کہ اس خصوصی اشاعت کے لیے قلمی تعاون فرمائیں۔ نیز موضوع سے متعلق تراشے، حوالہ جات اور مضامین ارسال فرمائیں یا مطلع فرمائیں

(ادارہ)

قائدِاعظم نے فرمایا:

قائدِاعظم محمد علی جناح کی وفات (11 ستمبر 1948ء)

قائدِاعظم محمد علی جناح نے اپنی وفات بتاریخ 11 ستمبر 1948ء سے دو تین دن پہلے پروفیسر ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے فرمایا:

”تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کرسکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔“

(بیان ڈاکٹر ریاض علی شاہ صاحب، روزنامہ جنگ 11 ستمبر 1988ء)